جلد ۱۸	۸ مارچ ۱۹۴۱ - ۲۰ صفر ۱۳۶۱	نمبر ۳-۵

سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی

—اربعین نمبر—

روضہ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام

چندہ سالانہ چار روپیہ آٹھ آنہ

قیمت چار آنہ

(شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی)

کربلا کا گرم میداں تمتماتا آفتاب
صورِ اسرافیل سے ملتا ہوا غوغائے جنگ
غازیوں کا طنطنہ، بانگ رجز کا دبدبہ
آگ کی لپٹیں شعاعوں کی تپش گرمی کا زور
محفلِ باطل میں حق کی داستاں کہتا ہوا
قلب اعدا پر حسینؑ ابن علیؑ کا رعب داب
سیم و راہ حق سے ربط آئینِ باطل سے عناد
شوق آزادی، خیال سرفروشی ذوق مرگ
تم بھی ہو منجملہ انصار شاہِ ——— کربلا
خیر اب تک جو بھی ہونا تھا عزیزو ہو چکا
جذبۂ مردانگی سے روٹھ کر بنتا ہے کون
ناؤ اپنی خون کے دریا میں کھلنے کیلئے
آج وہ ساونت آئے سامنے جسکا شباب
کون ہے تم میں سے عبد خاص رب المشرقین
کون خون اپنا بہا سکتا ہے پانی کی طرح
کون سینہ میں جلاتا ہے چراغ احساس کا
آئے تقلید حسینؑ ابن علیؑ کرتا ہے کون
مومنو حق کی تمہیں سوگند ایماں کی قسم

کشمکش ہلچل، تلاطم، شور و غوغا اضطراب
برچھیاں نیزے کٹاریں، تیر تلواریں تفنگ
طبل کی دوں دوں کمانوں کے کڑکنے کی صدا
اسلحہ کی کھڑکھڑاہٹ لُو کی رَو، قرنا کا شور
سُرخ ذروں پر جوانوں کا لہو بہتا ہوا
قطرۂ بے مایۂ شبنم پہ گویا آفتاب
عہد جاں بازی، سرِ مردانگی، عزم جہاد
یہ تھے انصارِ حسینؑ ابن علیؑ کے بابو برگ
سچ کہو ان میں سے تم کو کیا وراثت میں ملا
لیکن اب حق اہل جرأت کو یہ دیتا ہے صدا
حاملِ عزم شہید کربلا بنتا ہے کون؟
کون بڑھتا ہے علیؑ کی تیغ لینے کے لئے
دیکھے شبیب حبیب ابن مظاہر کا جواب
کسکی نبضوں کو عطا ہو آتش خون حسینؑ
کون مٹ سکتا ہے اکبرؑ کی جوانی کی طرح
کون کاندھے پر اٹھاتا ہے علم عباسؑ کا
کاملِ آزادی سے جینے کیلئے مرتا ہے کون
یہ صدا سنکر بڑھو کہتے ہوئے حاضر ہیں ہم

مردہ وہ کب ہے بھنور میں جو ابھر سکتا نہیں
حق ہی جینے کا نہیں اس کو جو مر سکتا نہیں!

[illegible] بااہتمام [illegible] صادق علی عرفانی پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار [illegible]
سے شائع ہوا۔

سوارِ ذوالجناح

(ابوالاثر حضرت حفیظ جالندھری)

لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا
تمام جسم نازنیں، چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے کربلا کا شہسوار ہے
کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

یہ جسکی ایک ضرب سے کمالِ فنِ حرب سے
کئی شقی گرے ہوئے تڑپ رہے ہیں کرب سے
غضب ہے تیغۂ دو سر، کہ ایک ایک وار پر
اٹھی صدائے الاماں زبانِ شرق و غرب سے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

یہ کون حق پرست ہے، مئے رضا سے مست ہے
کہ جسکے سامنے کوئی بلند ہے نہ پست ہے
اِدھر ہزار گھات ہے، مگر عجیب بات ہے
کہ ایک سے ہزار ہا کا حوصلہ شکست ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

عبا بھی تار تار ہے، تو جسم بھی فگار ہے
زمین بھی ہے تپتی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مردِ تیغ زن، یہ صف شکن فلک فگن
کمالِ صبر و تندہی سے محوِ کارزار ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

دلاوری میں فرد ہے، بڑا ہی شیر مرد ہے
کہ جسکے دبدبہ سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
حبیبِ مصطفےٰ یہ ہے، مجاہدِ خدا یہ ہے
جبھی تو اُسکے سامنے یہ فوج گرد و برد ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

اِدھر سپاہ شام ہے ہزار انتقام ہے
اُدھر ہیں دشمنانِ دیں اِدھر فقط امام ہے
مگر عجیب شان ہے غضب کی آن بان ہے
کہ جسطرف اٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے نبی کا نورِ عین ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی تیرہ سو سالہ یادگار ۱۳۰۰
مشاہیر ہند کے پیغامات و اظہار عقیدت

«خاص اخبار شیعہ کیلئے»

اخبار شیعہ کے "یادگار حسینی" نمبر میں حضرات علمائے عراق و ایران کے ارشادات عالیہ حاصل کر کے شائع کئے گئے تھے اب "اربعین نمبر" میں مشاہیر ہند خصوصاً ہندو مسلم لیڈران و والیان ریاست کے پیغامات بسلسلہ یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ حاصل کر کے درج کئے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن سے بلا امتیاز مذہب وملت ان حضرات کو کسقدر ہمدردی و عقیدت ہے ناظرین ان پیغامات کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور ان سے استفادہ حاصل کریں۔ «عرفانی»

ہز اگزالٹڈ ہائینس اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی پر میں ان مسلمانوں کو جو اس یوم کو مناسب احترام اور تمکنت سے منا رہے ہیں اس عظیم قربانی کی اخلاقی اور روحانی اہمیت یاد دلانا چاہتا ہوں تیرہ سو سال ہوئے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے چند وفادار پیروکاروں کی ہمراہی میں نہایت خوشی سے اور انتہائی تسلیم و رضا سے طاقت کے خلاف حق کی حمایت میں جنگ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی اس طرح اسلام کو ایک عظیم بربادی سے بچا لیا۔ جو غلط قیادت کے باعث رونما ہوئی۔ اس طرح انہوں نے ہمارے سامنے فرض کی اہمیت کی بے نظیر مثال قائم کی ہے اسلئے مسلمانوں کے لئے اس یادگار کو بہترین طور پر منانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حضرت امام حسین کے اس سکھلائے ہوئے سبق کو حفظ کر لیں جو حق کی راہ میں ہے۔

ہز ہائینس اعلیحضرت حضور نواب صاحب رامپور خلد اللہ ملکہ

اختلافات اقوام وملل اور بعد زمان ومکان کے باوجود اس نظریہ پر سارا عالم متفق ہے کہ انسانیت کا مقدس ترین فریضہ حق وصداقت اور عدل و انصاف کی حمایت ہے۔ اس دنیا کی لاکھوں برس کی عمر میں ہزار دن بار باطل کی طوفانی فوج نے حق کی بے سروسامان مگر چٹان جیسی اٹل جماعت کو آزمایا ہے۔ اور آج پھر باطل اپنے ظلم وستم اور جبر و استبداد کے تمام انسانیت سوز حربوں کیساتھ حق وصداقت کو برسر میدان دعوت مقابلہ دے چکا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام اور انکے رفقاء نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اپنا تن من دھن سب کچھ حق پر نثار کر کے باطل کو جو کبھی نہ بھولنے والی شکست دی تھی اس کی یاد منانا ہر اُس انسان کا فرض ہے جو حق وصداقت اور امن و آزادی کو عزیز رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا تذبذب کی حالت میں موجودہ کشمکش کے نتائج کا بے چینی کے ساتھ

انتظار کر رہی ہے "یوم حسین" روشنی کا بلند ترین مینار ہے۔ جو اپنی نورانی روشنی کے ذریعے ہم سب کو شاہراہ حق و انصاف کی طرف بلا رہا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کی سعی کو مشکور کرے۔ اور حق و باطل کی اس آخری جنگ میں ہمیں حسینؑ اور رفقاءِ حسینؑ کی طرح حق کی حمایت کرنا نصیب کرے تاکہ آئندہ قیامت تک کیلئے ظلم کی تلوار ٹوٹ جائے۔ اور حق و انصاف کا ہمیشہ بول بالا رہے۔

ہز ہولی نس حضرت سردار سیدنا ملا طاہر سیف الدین صاحب

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے اپنی عظیم الشان قربانی سے اور اپنی اولاد کی قربانی سے اور اپنے برادر عزیز کی قربانی سے اور اپنے انصار کی قربانی سے نیز بعد شہادت اہلحرم کی اسیری اور بے چادری قبول فرما کر بتلا دیا ہے کہ حقانیت اور مذہب کے بچانے کے لئے مسلمانوں کو ایسی قربانیاں پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے امام حسین نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں سمیت یزید کے بے شمار طاغوتی عساکر کا مقابلہ حصول اقتدار کیلئے نہیں کیا بلکہ مبارک دین اسلام کے تحفظ کیلئے کیا۔ ان کے اعزہ کی شہادت حتی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھی ذبح ہو جانا ان کو حقانیت کے راستہ سے علیحدہ نہیں کر سکتا تھا اسلام کو ان کے سر کی ضرورت تھی۔ اسلئے انہوں نے اپنی جان کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ امام حسین کی شہادت ہمارے لئے ایک لافانی درس ہے اور اسلامی دنیا کیلئے سچی ہدایت کا منارۂ روشنی ہیں ؎

آنریبل نواب سر سکندر حیات خانصاحب وزیر اعظم پنجاب

یہ امر باعث طمانیت ہے کہ اخبار شیعہ کے اصحاب حل و عقد نے اپنے فرائض منصبی کا صحیح جائزہ لے کر ایک خاص نمبر شائع کرنیکا فیصلہ کیا ہے یہ اقدام قابل صد تحسین ہے

حضرت امام حسین علیہ السّلام اور ان کے اہلبیت پاک اور انصار و اعوان کی قربانیوں اور ایثار کا تذکرہ حقیقت میں اس اصول ابدی کی یاد تازہ کرتا ہے کہ مردان حق پرست کے ایمان کو جب حق اور باطل میں سے ایک چیز کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور قربان کر سکتے ہیں مگر حق اور عدل کو قربان نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔

کربلا کے میدان میں اہلبیت مطہر کے سامنے یہی دو راستے تھے جس پامردی کے ساتھ اسلام کے ان جگر پاروں نے سخت امتحان کی کڑی منزلوں کو طے کیا۔ اس پر تاریخ عالم کے اوراق شاہد ہیں میری رائے میں اہلبیت حضور سرور کائنات صلعم کی اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو صحیح طور پر تازہ رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام مسلمان یک دل اور ایک زبان ہو کر اس بات کا عزم بالجزم کر لیں کہ وہ اپنے دل سے تمام کدورتوں، منافقتوں، رنجشوں اور غلط فہمیوں کو مٹا کر ایمان اور اسلام کے عروۃ الوثقا کے اعتصام کی آبرو کو برقرار رکھیں گے اور اس مقدس مذہب کو اپنی متفقہ اور متحدہ طاقت سے ہر روز زیادہ پائیدار استوار اور بلند کرنے کی کوشش کریں گے جس کی عظمت و شوکت کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے مقدس رفقاء نے کارنسے وہ قربانیاں کیں جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ

امام حسین علیہ السلام سے بہتر بہتر روشن مثال دنیا میں نہیں پیش کی جا سکتی اس لئے کہ وہ مجسمہ تھے ہمت اور بہادری کا اور پیکر تھے قربانی اور ایثار کا ہر مسلمان کو بالخصوص ان کی زندگی سے سبق لینا چاہیئے اور آنکی پیروی کرنا چاہیئے

مہاتما گاندھی سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس

امام حسین نے اپنی اولاد نیز اپنے پورے خاندان

کے لئے پیاس اور موت کی تکالیف قبول کر لیں مگر ظالم حکام کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام کی ترقی اس کے ماننے والوں کی تلواروں کی بدولت نہیں ہوئی بلکہ اس کے فقراء کی قربانیوں کی وجہ سے ہوئی۔

پنڈت جواہر لال نہرو

کربلا کے حادثہ عظمیٰ کی سیزدہ صد سالہ برسی ہمارے دل میں اس واقعہ کی یاد کو تازہ کر دیتی ہے جس نے بنی نوع انسان کے بے شمار افراد کو تیرہ سو سال سے مسلسل متاثر کر رکھا ہے ممکن ہے کہ یہ اندوہ ملال اس واقعہ سے کبھی جدا نہ ہو لیکن کربلا کے عدیم مثال ہیرو اور اس قربانی کی یاد جو اس ہیرو نے مفاد انسانی کی خاطر پیش کی جذبۂ فخر کو بلند کرتی اور ہمارے حوصلوں کو بڑھاتی ہے ہم ایک ایسے پر آشوب عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے انقلابات و تغیرات کا ایک سلسلہ جاری ہے اس لئے ہمیں عظیم مقاصد اور اعلیٰ مساعی کے متعلق پہلے کی بہ نسبت اور زیادہ غور و فکر کرنا چاہیئے ہمیں حسینؑ کی یادگار سے اس فرض کا احساس کرنا چاہیئے جو ملک قوم اور تمام عالم کی طرف سے ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے۔

بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو

میں دنیا کے لاکھوں مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ امام حسینؑ کی اعلیٰ ترین قربانی کی تیرہ سو سالہ یادگار منانے پر فخر محسوس کرتی ہوں۔

کربلا کا دردناک سانحہ آج بھی ویسا ہی تازہ ویسا ہی دردانگیز اور ویسا ہی اثر خیز ہے جیسا کہ اُس روز تھا جب اسلام کا یہ بہترین رہبر شہید کیا گیا تھا تیرہ سو سال کے بعد بھی امام حسینؑ کی مثال حق و حریت کے متلاشیوں کی رہنمائی کے لئے روشنی کا منارہ بنی ہوئی ہے۔

بابو راجندر پرشاد ایم۔ اے سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس

کربلا کا واقعہ شہادت انسانی تاریخ کا وہ واقعہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور جو دنیا کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کی زندگی پر اثر ڈالتا رہیگا۔ ہندوستان میں اس واقعہ کی یادگار بڑی سنجیدگی سے منائی جاتی ہے جس میں نہ صرف مسلمان حصہ لیتے ہیں بلکہ غیر مسلم افراد بھی مساویانہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

ان شہداء کی زندگیاں ایسے زمانہ میں جبکہ ہم اس ملک میں جنگ آزادی میں مصروف ہیں اور قوم و وطن کی خاطر قربانیاں پیش کر رہے ہیں ہمارے لئے منارہ روشنی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مسٹر کھیر سابق وزیر اعظم بمبئی

امام حسینؑ نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے وہ ہماری زندگی کے لئے چراغ کا کام دیتا ہے۔ یہ آسان بات ہے کہ حق اور سچائی کے لئے اپنی جان دے دی جائے مگر یہ کام مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں چند گنے چنے ساتھیوں اور رشتہ داروں کو لے کر ان کا مقابلہ کیا جائے اور یکے بعد دیگرے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قتل ہوتا ہوا اور گھروں کو لٹتا اور برباد ہوتا ہوا دیکھیں۔ انہوں نے تیرہ سو سال قبل جو سکھایا تھا وہ سبق آج تک ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کا کوئی بڑا پنڈت یا عالم اس وقت تک حقیقی معنوں میں عالم و پنڈت نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حسینؑ کے اس پیغام اور اصول کو اچھی طرح نہ جانے اور اس پر عمل نہ کرے۔ امام حسینؑ صرف مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے بھی ہیں اور ہندو مسلمان ان کے نقش قدم پر چلکر ظلم و ستم کے خلاف سینہ سپر ہو سکتے ہیں۔

ہز ہائی نس نواب اعظم جاہ بہادر

دنیا میں حوادث کے بہت سے سیلاب آئے اور ملک گیری جاہ و مال کی ہوس اور جذبۂ انتقام سے انقلاب کے ایسے خونی طوفان بارہا پیدا ہوئے جن سے عالم انسانی کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ پیکار و نبرد کے واقعات میں سب سے زیادہ غور و فکر کی جاذب حق و باطل کی وہ کشمکش ہے جس کی داستان اوراق تاریخ پر خون سے رنگین پائی جاتی ہے حق کے علمبرداروں کی صفیں پیام الٰہی کی دعوت سے قائم ہوئیں اور پرستاران باطل نے اعلائے کلمۃ اللہ کا چراغ بجھا دینے کی جد و جہد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اس کشمکش میں حق پر جان دینے والے حیات ابدی حاصل کر گئے اور ان کی قربانی آئندہ نسلوں اور خصوصاً ارباب بصیرت کے لئے شمع ہدایت ہے یہی راز حیات سے واقف وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے جان پر کھیل کر گوہر مقصود حاصل کیا۔ اور ان میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو وہ برتری حاصل ہے جو چشم و چراغ دودمان نبوتؐ کے شایان شان ہے۔ یہ شہادت کبریٰ جس کا نقش آج تیرہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی قلب انسانی پر مرتسم ہے استقامت اور جذبۂ ایمانی کی حیرت انگیز یادگار ہے اس ایثار عظیم سے کامرانی کی اس حمایت حق سے حیات جاودانی کی۔ اور اس مصیبت عظمیٰ سے ابدی شادمانی کی راہیں کھلتی ہیں اور مبارک ہیں وہ کوششیں جو اس صداقت کے نور کو پھیلائیں جس کی خاطر کربلا کے سانحۂ عظیم میں استقلال کے درخشاں ترین پیکر اور اس کے قافلے نے جان دے کر حیات ابدی حاصل کی۔

نواب معظم جاہ بہادر

آج سے تیرہ سو برس قبل جب کربلا کی سرزمین میں حق و باطل کا معرکہ پیش آیا تھا تو تسلیم و رضا کی یہ جنگ اس سے ہوئی تھی جس نے ۶۱ھ میں دنیا کو حق و صداقت کا راستہ دکھایا تھا کہ ان کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کیا جائے ان کے ایمان کو جگایا جائے۔ ان کے عرفان کو چونکایا جائے اور ان کو حق پر رہنے کی تعلیم دی جائے جنکا ایمان مسخ ہو چکا تھا، جن کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔ جن کا استقلال ڈگمگا چکا تھا جو "ان اللہ مع الصابرین" کے اثر سے نابلد تھے جو جان مستعار کو عزیز رکھتے تھے جو کلمہ تو پڑھتے تھے مگر اس کی آواز دل کی گہرائیوں سے نہیں ٹکراتی تھی۔

یہ روح فرسا واقعہ ہم کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ ہم حسینی راستہ پر چلیں اس کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور اس ایمان پر ثابت قدم رہیں جو پیغمبر عربیؐ نے حسینؑ کو سونپا تھا

ہز ہائینس مہاراجہ جیواجی راؤ سندھیا آف گوالیار

آج سے تیرہ سو سال قبل کربلا کے خونین میدان میں جو ہولناک اور دردانگیز سانحہ وجود میں آیا تھا اس کی یادگار ہر سال محرم کے مہینہ میں ساری دنیا میں منائی جاتی ہے رسولؐ اسلام کے پیارے نواسے حضرت امام حسینؑ نے ظالم کے مقابلہ کا پختہ ارادہ کر لیا تھا وہ جور و تعدی کے سامنے سر جھکانے پر تیار نہیں تھے۔ ان میں عقیدہ اور ضمیر کی پختگی تھی اعلیٰ ترین مقاصد اور بلند ترین نصب العین ان کے سامنے تھے اسلئے انہوں نے ایک بڑی اور طاقتور فوج کا دندان شکن مقابلہ کیا وہ اور ان کے ساتھی اس جنگ میں مارے گئے دشمن کے ظلم و تعدی کا مقابلہ آپ نے خدا کے انصاف پر اعتماد رکھتے ہوئے اپنے اٹل ارادہ اپنی بلند ہمت اور اس مستحکم عقیدہ سے کیا کہ چاہے اسوقت جو کچھ بھی ہو مگر آخر میں حق اور صداقت ہی کو فتح نصیب ہوگی۔ تاریخ اسلام کا یہ یادگار واقعہ عقائد کے اختلاف اور نسل، رنگ اور مذہب کے تنگ نظریات سے بالاتر ہے اور اس قابل ہے کہ نسل انسانی اس کو اپنے دلوں میں جاگزیں کر لے اور قربانیوں کی پرواہ کئے بغیر ادائے فرض کی اہمیت کو سمجھ لے۔ انہیں جذبات سے

ماتحت میں اس عظیم الشان ہیرو کی خدمت میں اس کی
برسی کے موقع پر اپنا کمترین ہدیہ خلوص پیش کرتا ہوں مجھے
یقین ہے کہ اس زندہ جاوید شہید اعظم کی عظیم الشان
قربانی ہمیشہ ان لوگوں کے دلوں میں جوش اور تازگی
پیدا کرتی رہے گی جو انصاف اور آزادی اور عزت کے
لئے اپنی جانیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے ۔

ہز ہائینس نواب صاحب کیمبے

انسانی تاریخ کے اس نازک دور میں جبکہ وحشیانہ
طاقتیں تہذیب کو مٹا ڈالنے پر تلی ہوئی ہیں انسانیت
کے سب سے قیمتی خزانہ یعنی امام حسینؑ کی یادگار نہایت ہی
برمحل چیز ہے حریت کا جو درس سید الشہداء نے ہم کو دیا
ہے وہ محض زبانی نہیں تھا۔ بلکہ آپ نے اپنی اپنی اولاد
کی عزیزوں کی اور احباب کی قربانی پیش کر کے ہم کو یہ بتلایا
ہے کہ اگر ہم قربانیاں پیش کرنے سے نہ ڈریں اور اپنے فرائض
کی اہمیت کو سمجھتے رہیں تو چاہے کتنی ہی مشکلات کیوں نہ
ہوں۔ اعلیٰ مقاصد ضرور کامیاب ہو کر رہتے ہیں ۔

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب پوربندر

کیا یہ چیز تضاد ظاہر نہیں کرتی کہ موت ہی میں
حقیقی اور لازوال زندگانی پوشیدہ ہے، حق و انصاف
کی خاطر موت اور انسانیت کی نجات کی خاطر فنا بہتر اور اچھی
زندگی گزارنے والوں کے لئے ایک لافانی پیغام ہے یہ موت
قربانی کا دوسرا نام ہے۔ ایسی قربانیوں نے صرف یہ کہ تہذیب
کو زندہ کر رکھا ہے بلکہ اس کو مالا مال کیا ہے اور ترقی بخشی
ہے امام حسینؑ کی قربانی بھی ایسی ہی تھی اور اس نے نہ صرف
یہ کہ اسلامی فکر و عمل کو تابش بخشی ہے بلکہ تمام انسانیت
کو سنوار دیا ہے۔ آج جبکہ افراد اور قوم میں بغض و حسد کی
آگ بھڑک رہی ہے اور خون بہانا اصول بن چکا ہے کیا
ہم تباہ و برباد نہ ہو جائیں گے۔ اگر ہم امام حسینؑ اور ان
کے رفقاء کی تعلیمات کو اپنے افکار کا سرمایہ اور اپنے عمل
کا مرکز نہ بنا لیں؟ آج ہم کو اپنے دلوں میں یہ ٹھان لینا چاہئے
کہ ہم قیام امن و ترقی اور انسانیت کے ارتقاء کے لئے
خدمت اور قربانی کے ان جواہر ریزوں کو عمل کی شکل میں تبدیل
کر دیں گے جو کہ کربلا کے شہداء سے ہم کو حاصل ہوتے ہیں ۔

ہز ہائینس نواب صاحب مانگرول

حسینی قربانی نے اسلام کی زندگی میں ایک اہم حصہ
لیا ہے ایسے ادارے اسلام میں روح پیدا کر دیتے ہیں ۔
اسلام ایک مذہب اور روحانی طاقت کی حیثیت سے
ہمیشہ زندہ ہے مگر مسلمان آج اس قدر مادیت میں گر چکے
ہیں اور اسلام سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی
تمام ترقیاں کھو دی ہیں۔ امام حسینؑ کی زندگی ان میں قرآن
کی روح پھونک دیگی اسلئے کہ موت شہادت نہیں ہوتی
بلکہ قربانیاں شہادت کا درجہ دلاتی ہیں ۔

سر ابراہیم رحمت اللہ

تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ جب امام حسینؑ
اپنے مٹھی بھر ہمراہیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے تو یزید
کے لشکروں نے ان کی راہ روکی اور کربلا میں ان کو گھیر
لیا۔ مفاہمت کی گفتگو شروع ہوئی مگر جو شرائط پیش کئے
گئے وہ ان اصولوں سے متصادم ہوتے تھے جن کے
علمبردار امام حسینؑ تھے اس لئے امام نے ان شرائط کو
منظور نہیں کیا وہ جانتے تھے کہ ان شرائط کے تسلیم نہ کرنے
کے معنی ان کے خاندان کی تباہی نیز مستورات کی اسیری کی
صورت میں آشکار ہوں گے مگر انہوں نے اصولوں کی خاطر
تباہی منظور کر لی ایسی قربانی تاریخ عالم میں بے مثال ہے ۔

دستور کنخیرو دہیار کتور پیشوائے اعظم فرقہ پارسی

اگر شہید اعظم کی قربانیاں نہ ہوتیں تو دنیا اخلاق

مذہب اور صداقت سے نا آشنا رہتی۔ دنیا ان شہدا کی
ممنون ہے جنہوں نے موت کو ذلت پر ترجیح دی۔ امام
حسینؑ ان شہدا میں سے ہیں جنہوں نے انسانیت
کی خدمت کیلئے جان دی۔ ہم کو ان کی یاد اپنے عمل سے
منانا چاہیئے اور ان کی قربانیوں سے سبق لینا چاہیئے۔

سردار تیجا سنگھ

حضرت امام حسینؑ نے مرتے دم تک نماز
نہ چھوڑی مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم آج نماز پڑھتے ہیں
یا خدا کا نام لینے کے لئے اپنے وقت میں سے کچھ حصہ
نکالتے ہیں! ہم دیگر فضولیات میں تو اپنا وقت برباد
کرتے ہیں مگر اس کام کے لئے جس سے انسان بلند مرتبہ
حاصل کرتا ہے ہم کوئی وقت نہیں نکالتے ہیں انسان
جب تک اپنے نفس پر قابو حاصل نہیں کرے گا اس
وقت تک صحیح معنوں میں خدا کی عبادت نہیں کر
سکتا۔ امام حسینؑ کی صحیح یاد ہم اسی طرح منا سکتے ہیں
جبکہ انکے پیش کردہ اصولوں پر عمل کریں۔

سر رادھا کرشن

امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے
دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق و صداقت کو زندہ
اور پائندہ رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کے بجائے
جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔
انہوں نے دنیا کے سامنے ایک بے مثال نظیر پیش کی
ہے۔ آج ہم اس بہادر جان نثار کرنے والے اور انسانیت
کو زندہ کرنے والے عظیم الشان انسان کی یادگار مناتے ہوئے
اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں امام
حسینؑ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ حق و صداقت کے لئے
اپنا سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

سر نواب حافظ احمد سعید خانصاحب چھتاری صدر اعظم مملکت نظام

حق و باطل کی آویزش دنیا میں کوئی نئی چیز نہیں ہے ابتدائے
آفرینش سے ظلم و جور اور تسلیم و رضا کی قوتوں کی معرکہ آرائی
کا سلسلہ جاری ہے اور شاید قیامت تک جاری رہے
گا لیکن دنیا کی تاریخ کی وہ خونی داستان جو جگر گوشۂ رسول
کی شہادت سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے
اپنی گوناگوں خصوصیتوں کے اعتبار سے ملت اسلامیہ کے
لئے بے شمار عبرتوں اور بصیرتوں کی حامل ہے۔ واقعہ
کربلا دنیا کا سب سے بڑا واقعہ بھی ہے اور سب سے زیادہ المناک بھی۔

راجہ محمد امیر احمد خانصاحب آف محمود آباد

دنیا فتح کی یادگاریں مناتی ہے، وہ ان کے مجسمے تیار
کرتی ہے جنہوں نے خون کی ندیاں بہا کر اپنے دشمنوں پر
فتح پائی۔ اس کے برخلاف مسلمان ایک شکست کی یادگار
مناتے ہیں۔ اس شکست اور تباہی جس کا حسینؑ اور انکے
ساتھیوں نے دشمنوں کی کثیر تعداد کے مقابلہ میں خیر مقدم
کیا۔ حسینؑ نے شکست کھائی۔ مگر بے انصافیوں اور ظلم
کے سامنے سر جھکانا پسند نہیں کیا۔ اس شکست سے شہید
کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور بے انصاف فاتح
کے لئے کسی قسم کی عزت پیدا نہیں ہوتی۔ دنیا کو حسینؑ کی
شکست پر غور کرنا چاہیئے۔ اسلئے کہ اس نے انسانیت کو
تباہی سے بچا لیا۔ میں اسی نقطہ نظر سے کربلا کے سانحہ کو
یاد کرتا ہوں اور میرے خیال میں اسی نقطہ نظر سے دنیا کو
ان لوگوں کی یاد منانا چاہیئے جنہوں نے انصاف اور حقانیت
کی خاطر اپنی جانیں مٹائیں۔ امن تب ہی ہو سکتا ہے جب
فتوحات کے جذبے مٹ جائیں دلوں کی فتح ملکوں کی
فتح سے زیادہ پائیدار ہوا کرتی ہے۔

حسینیت زندہ باد حق و صداقت زندہ باد

حسینؑ دین ہیں اور دین حسینؑ ہے

(از حضرت مولانا معینی شاہ صاحب نظامی مدظلہ)

خونیں حروف میں لکھا ہوا سانحہ کربلا تاریخ اسلام کا ہی یادگار حادثہ نہیں بلکہ عالمی تاریخ کا اہم ترین باب ہے یہ واقعہ تنہا یادگار نہیں بلکہ اس سانحہ کا دن۔ مہینہ اور سال بھی تو یادگار ہے محرم ایک ماہ حزینہ ہے۔ یوم عاشورا ایک یوم حزینہ ہے اور ۶۱ھ ایک یادگار سال ہے۔ اور آج ہی عالمی یادگار کی سیزدہ صد سالہ یادگار ہندوستان کے عرض و طول میں ملت اسلامیہ منا رہی ہے اور چادر گل کے بجائے اپنی عقیدت کے آنسو اسلام کے اس مقدس محسن اور ملت کے اس حقیقی مسیحا کے مزار پر انوار پر بصد ادب و احترام چڑھا رہی ہے جس نے دس محرم ۶۱ھ کے دن اپنی اولاد اپنی جان اور اپنی زندگی اسلام پر نثار فرما دی اور مقدس نفوس کی قربانی دے کر اسلام کو حیات جاوید بخشی۔

وہ ہمہ گیر اسلام جسکی آنحضرت روحی فداہ نے اپنی پاک روحانیت اور اپنے خون کے مطہر قطروں سے سیرابی فرمائی اور جسکی خلافت راشدہ نے اپنے خون سے آبیاری کی اور پھلتے پھولتے رکھا تھا زمانہ مابعد کے بعض نفس پرست فرمانرواؤں اور استبدادیت کے گندہ ہاتھوں سے اپنی مرکزیت سے بہت کچھ ہٹ گیا بلکہ اپنی اجتماعی حیثیت اور عالمگیر طاقت کھو بیٹھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قرآن کی من مانی تاویلیں خانہ ساز روایتیں۔ شراب اور نماز کی یکجائیاں بھائی بہن کی ہم آغوشیاں ۶۱ھ کے اسلام کا شعار بنی ہیں بلکہ نہ وحی آتی اور نہ فرشتہ اترا انکے ترانے حکومت کے سازوں سے سُنے جاتے تھے یہ تھیں ۶۱ھ کی اسلام سوزیاں اور یہ تھیں پیغمبرؐ کے نصف صدی بعد کی سرکشیاں۔

اُن نا مسلمانوں کو اس کا علم تھا کہ انکی ان چیرہ دستیوں کا سد باب کرنیوالی مرکزیت اب مفقود ہے۔ نہ خلافت راشدہ کی اجتماعی قوت ہی رہی اور نہ ہی کوئی پیغمبرانہ خدائی طاقت رہی اسلئے وہ بہت کُھل کھیلے اور کھیلے بھی تو قرآن سے کھیلے اور کھیلے تو اسلام کے خون سے کھیلے۔ مگر انہیں خبر نہ تھی کہ کوئی آنکھ انہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ جس نے نبی کی آنکھیں دیکھیں۔ علی کی آنکھیں دیکھیں اور خلافت راشدہ کی آنکھیں دیکھیں۔ وہ جو پیغمبرانہ طاقت الٰہیہ کا واحد مظہر اور اسلام کی روحانی قوت کا تنہا مصدر ہے وہ دیکھ رہا ہے اور بغور دیکھ رہا ہے اور اس کا پیمانہ صبر چھلک رہا ہے۔

ادھر مظہر استبدادیت یزید بن معاویہ استحلال محرمات کا بالاعلان حکم دیتا ہے اور ادھر مظہر نبوت و امامت بیچین ہوئے جاتا ہے کہ اسلام مٹائے جا رہا ہے۔ دین میرے نانا کا اس دین کی میرے باپ نے بدر و حنین میں اور خندق و اُحد میں اپنے گرم خون سے آبیاری کی تھی اور آج یہ دین جانکنی کے عالم میں ہے اس کی آبیاری میرے خون سے ہونی چاہیے اور یہ تنہا میرا فرض ہے اس فرض کو حسینؑ نے جس خوبی سے جس حوصلہ مندی سے اور جس خندہ روئی سے ادا فرمایا۔ دنیا اُس پر عش عش کرتی ہے اور روح پیغمبرؐ اُس پر ناز فرماتی ہے۔

حسینؑ نے وہی کیا جو نبی کرتے۔ علی کرتے اور پیغمبرؐ کا ہر خلیفہ برحق کرتا۔ حسین مدینہ سے چلے۔ مکہ آئے۔ عمرہ کیا۔ حج ترک فرمایا اور جہاد پر نکلے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا نہ جائیے ابن رسول اللہ نہ جائیے۔ قضا آپ کے سر پر کھیل رہی ہے۔ فرمایا پھر مَفَرّ کہاں اَیْنَ الْمَفَرّ۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا۔ نہ جائیگا۔ رسول اللہ نے بارہا فرمایا ہے آپ وہاں شہید ہوں گے۔ فرمایا فرمان پیغمبرؐ پورا ہوگا۔

محرم ۶۱ھ ہے۔ آج نبیؐ نہیں علیؑ نہیں۔ آج

خلافت راشدہ نہیں۔ بس ایک ذات حسینؑ اور ایک
نفس حسینؑ ہے اور اسلام ہے۔ اسلام کی نگاہیں حسینؑ پر
لگی ہوئی ہیں۔ اور حسینؑ کی اسلام پر۔ آج حسین کو خود حسینؑ نظر
نہیں آتے ہیں بھائی بند اور زن و فرزند کا ذکر ہی کیا حسینؑ
ہیں اور اسلام اسلام ہے اور حسین حسین نکل رہے ہیں
اہل و عیال کیساتھ بالکل اُسی طرح جیسے بوقت مباہلہ رسولؐ
چلے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں اہل و عیال کو بھی لئے جا رہے
ہو۔ فرمایا یہ نانا کی سنت ہے۔ نانا بھی تو اسلام پر نثار ہونے
یوں ہی چلے تھے اور آج تمہارا حسینؑ بھی اُسی شان سے چلا ہے

دس محرم ہے یوم عاشورا ہے حسین ہیں اور لق و دق
صحرا حسین ہیں اور ویرانہ کربلا حسین ہیں اور کڑا کے کی دھوپ
حسین ہیں اور شدت کی بھوک پیاس سے بچے بلک رہے
ہیں معصوم رو رہے ہیں۔ بھائی بند تڑپ رہے ہیں۔ نبیؐ
زادیاں خشک گلو ہیں معصوم قتل ہو رہے ہیں مظلوم تیروں
سے چھد رہے ہیں جان نثار نثار ہو رہے ہیں۔ فدائی فدا ہو
رہے ہیں برادر کٹ رہے ہیں برادرزادے ٹکڑے ہو رہے
ہیں۔ فرزند شہید ہو رہے ہیں او رشیر خوار آغوش میں موت سے
ہم آغوش ہو رہے ہیں۔ مگر حسین ہیں کہ از جانمی جنبد حسینؑ
ہیں کہ کوہ ثبات ہیں۔ لبوں میں جنبش نہیں۔ ابرو ؤں
پر بل نہیں۔ ہاتھ میں رعشہ نہیں پاؤں میں لغزش نہیں
ان قربانیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اس ایثار پر جھوم رہے
ہیں اور فرما رہے ہیں۔ خداوندا ان قربانیوں کو قبول فرمانا
آل محمد کا بچہ بچہ دین پر سے فدا ہو رہا ہے کس ذوق سے
کس شوق سے کس ایثار سے کس حوصلے سے اور کس خندہ
روئی سے۔ خداوندا محمد کو اسکی خبر فرما دینا۔ اُدھر انبیاؑ رو
رہے ہیں فرشتے رو رہے ہیں۔ اجنہ رو رہے ہیں وحوش
و طیور رو رہے ہیں۔ مگر حسینؑ ہیں کہ قرآن صامت بنے
یہ محشر دیکھ رہے ہیں۔

وقت عصر ہے۔ حسینؑ زخموں سے چور [illegible]
سے خون کا سیلاب جاری ہے جسم اطہر تیروں سے پیوست
سینہ بے کینہ نیزہ سے فگار۔ روئے انور تراشی زخموں
سے چھلنی۔ مگر نماز عصر ادا ہو رہی ہے۔ سر سجدہ میں
زبان ذکر حق میں۔ دل یاد خدا میں اور چشمان اقدس
مشاہدہ باری میں۔ سر تن سے جدا ہو رہا ہے۔ تکبیر ذبح
ہو رہی ہے۔ تسبیح ذبح ہو رہی ہے۔ قلب نماز چاک
ہو رہا ہے۔ رسول نواسہ کو گود میں لئے ہیں۔ علی کو پرسا
دے رہے ہیں فاطمہ کو دلاسا دیتے ہیں۔ روئے انور گرد آلود
ہے۔ ریش اقدس پراگندہ ہے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک
رہے ہیں۔ کہ ایک طرف سے واحسیناہ وا حسیناہ
کی صدا آتی ہے آسمان دیکھ رہا ہے اور زمین دیکھتی ہے کہ
زینبؑ پچھاڑیں کھا رہی ہے۔

وہ بھی ایک دن تھا جب قرآن سر نیزہ بلند ہوا تھا
وہ قرآن ہی تھا مگر کاغذ پر لکھا ہوا۔ وہ چپ چاپ تھا۔
وہ بول نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ صامت تھا۔ اور آج وہ دن
ہے جب سر حسین نیزہ پر بلند ہے۔ یہ تلاوت کر رہا ہے۔
یہ بولتا قرآن ہے۔ یہ ناطق ہے۔ یہ بول رہا ہے۔ قرآن
باقی ہے اور اسلام زندہ ہے۔

ختمیؐ مرتبت کعبہ میں ہیں اور جناب امیرؑ دوش
اقدس پر انا و علیؑ من شجرۃ واحدۃ اصلھا ثابت
و فرعھا فی السماء کا منظر پیش ہے۔ اور آج ایک نیزہ
ہے اور اُس پر سر حسینؑ لن یتفرقا حتی یردا علی
الحوض کی صداقت پیش فرما رہا ہے۔

آج اوسی زندہ جاوید کی۔ اُسی شہید اعظم کی۔
اُسی قرآن ناطق کی۔ اور اُسی بنائے لا الہ الا اللہ
کی سیزدہ صد سالہ یادگار منائی جا رہی ہے۔ مگر اُس
یادگارِ عالم ہستی کی ایک ہی یادگار ہے اور وہ اسلام ہے۔

حسین نہ ہوتے نہ قرآن رہتا نہ اسلام۔ نہ کلمہ
گو رہتے اور نہ کلمہ۔ واللہ بنائے لا الہ است حسینؑ۔
صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی ابیہ وامہ واخیہ
وجدہ ۞

حسینی نشان

(از جناب مولانا سید ذاکر حسین صاحب ضلع بلندشہر)

اوراق عالم کی ورق گردانی کرنے کے بعد یہ بات ارباب سیر و تواریخ پر کچھ مخفی نہیں ہے کہ جب کبھی اس صفحۂ ہستی پر کوئی اہم ترین واقعہ خواہ کسی سلاطین اولوالعزم سے یا ارباب روحانیین میں سے رونما ہوا اُسکی یادگار زمانہ نے کسی نہ کسی عنوان سے ضرور کچھ نہ کچھ باقی رکھنے کی کوششیں کیں اور کرتے رہتے ہیں خواہ وہ بطور شہور وسنین یا بطور عمارات یا بطور واقعات ہی سہی چنانچہ بہت سے سینما یا تھیٹر یا تماشا گاہیں اب وہ خالی سیر و تفریح یا تماشا گاہیں نہیں ہیں بلکہ غور کے ساتھ ان چیزوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ مدبرین زمانہ نے قطع نظر کرتے ہوئے ہزاروں روپیہ خرچ کرنے اور نفع یا نقصان اُٹھانے کے واقعات ماسلف کو منظر عام پر ایک دلچسپ پیرایہ میں لباس پہنانے کے بعد بطور یادگار سامنے لائے جانیکی پھر کوششیں جاری کر رکھی ہیں تاکہ دنیا ان کے اچھے یا بُرے نتائج سے درس عبرت حاصل کرنے کے بعد خود بھی صحیح فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکے لیکن جہاں فطرتاً یادگار رہنمائی جانیکی کوشش رہتی ہے وہاں قدرتاً اُس یادگار کے فضول اور بے معنی ہونے پر زمانہ اس کو مٹاتا بھی رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ازابتدائے وجود عالم خدا جانے کسقدر بڑی بڑی ہستیاں ایسی گذر گئیں جنکا آج صفحات عالم اور تواریخ پر کہیں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا کہ کب آئے اور کب چلے گئے اور آج وہ اُسی فراموشی کیحالت میں کسمپرسی کے عالم میں ہیں لیکن ہاں جن یادگاروں میں درس عبرت ضروری منفعتیں قدرت کے گہرے راز مضمر رہتے ہیں وہ باوجود زمانہ کے زبردست مٹانیوالے ہاتھوں کے مٹائے کبھی نہیں مٹتے ان کو جسقدر مٹایا جاتا ہے اُسیقدر اُسکے نقش حیات زیادہ سے زیادہ واضح تر ہوتے چلے جاتے ہیں بلکہ یہ عرض کر دینا غالباً ایک حقیقت پر مبنی ہوگا کہ مٹانے والے خود حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتے ہیں اور نہ مٹنے والوں کے نقش حیات روز روشن کی طرح واضح سے واضح تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ میں قبل اسکے کہ دشت نینوا کے اُس حسینی نشان کے سیزدہ صد سالہ یادگار کو جو کہ جنوری ۱۹۴۲ء میں پورے ہوتے ہیں پیش کروں۔ مثالاً ۳۰ھ عام الفیل آپکے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ وہ زمانہ تھا کہ جب خانہ کعبہ کی بیخ ہستی کے لئے ابرہہ جیسا ظالم شخص ہاتھیوں کی خونخوار فوج سے اپنے زعم ناقص میں اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتا تھا۔ کثرت لشکر اور اپنی مادی طاقت کے گمان میں خانہ کعبہ کا ڈھا دینا اسکے نزدیک کوئی چیز نہ تھا اور اس طرف بجز جناب عبدالمطلب یا اُس گھر والے کے جسکا کہ گھر تھا اور کوئی حامی و مددگار نہ تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ جسکو قدرت اُبھارنا چاہے اُسکو دنیا کی طاقت کیا مٹا سکتی تھی کہنے کیلئے ابابیل جیسے نازک جانوروں نے وہ سنگریزوں کی بمباریاں کیں جس نے تمام اُن کے زعم باطل کو خاک میں ملا دیا اور اُسی تاریخ سے اُس سن کا نام ۳۰ھ عام الفیل مشہور ہوا جو آج تک صفحات تاریخ پر موجود ہے اور قرآن جس کی الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کی آواز سے پکار پکار کر بتلا رہا ہے کہ دیکھو قدرت کی قائم کردہ یادگاروں کو دنیا کی کوئی قوت نہیں مٹا سکتی۔

اُسکے بعد دنیا کے اہم ترین واقعات میں سے وہ رات بھی قابل یادگار رہے گی جبکہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اپنا حدی وطن اور قدرت کا بنا کردہ یہ ہی سب سے پہلا گھر جسکو اوّل بیتِ وضع اللناس کے ساتھ ساتھ مجسم ہدایت اور متبرک قرار دیا تھا جس کی بنیادیں ابراہیم جیسے متبرک ہاتھوں نے اٹھائیں اور اسمٰعیل جیسے ذبیح اللہ نے اس میں مزدور کا کام کیا ہو طوعاً و کرھاً چھوڑنا پڑا اسی تاریخ سے اس سن کا نام ہجری قرار دیا گیا جو آجتک بلکہ قیامت تک کیلئے یہ سال سن ہجری کے نام سے قابل یادگار بن گیا۔ اسی طریقہ پر سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کی وہ تیرھویں صدی بھی ایسے ہی اہم ترین واقعات کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے جس کی نظیر باوجود جستجو کے بھی اوراق عالم کی تاریخوں میں نہیں ملے گی۔

یوں تو کم و بیش ہر مذہب و ملت میں خواہ وہ عیسوی ہوں یا موسوی ہندی ہوں یا انگریزی عربی ہوں یا عجمی شہور و ایام ساعت و پل سمت یا سال قمری حساب سے ہوں یا قمری سب جگہ ملیں گے اور یادگاریں بھی دنیا کے قریب قریب ہر مذہب و ملت حکومت و سلطنت وغیرہ میں سب میں موجود ہیں۔

لیکن یہ حسینی نشان نہ صرف دنیائے اسلام ہی کیلئے قابل یادگار رہے بلکہ ہر وہ قوم اور ممالک جن میں ذرہ برابر بھی انسانیت کی خوبو موجود ہے حسین مظلوم سب کیلئے قابل صد یادگار اور سبق آموز عالم ہے جس نے دنیائے انسانیت پر احسان کیا اور اپنے عزم اپنے استقلال اپنی ثابت قدمی اپنی بہادری اپنے صبر اپنے قول پر مستحکم رہ کر دنیا کے ہر مذہب و ملت کو حقانیت اور صداقت کا سچا عنوان دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور بتلا دیا کہ انسان وہ انسان کہے جانے کے قابل ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے مصیبتوں کے پہاڑ اگر راستے میں حائل ہو جائیں لیکن ہمت مردانہ کیا تھ ان مصیبتوں کو عین راحت سمجھ کر ہنس کھیل کر اس پر جان کی بازی لگا دے پھر کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جو کٹھن سے کٹھن منزل کو انسان کامیابی کیساتھ طے نہ کر جائے۔"

زندگی حقیقتاً وہی زندگی ہے جو دنیا کے لئے اپنے نقش قدم چھوڑ جائے اور رہروانِ منزل مقصود کیلئے قابل یادگار بن جائے ذلت کی زندگی سے عزت کی وہ موت ہر درجہ بہتر ہے جس میں دنیا کے لئے حق و باطل کا فیصلہ کن سبق موجود ہو اور ایک عالم جس کے ماتم میں سیہ پوش نظر آتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ باوجود ہمارے ذاکرین ہمارے واعظین ہمارے مبلغین کو شب روز حسین کے افسانہ بیکسی کو جو آج سے تیرہ سو برس قبل سرزمین نینوا پر درس عبرت دنیا کو دے گئے منظر عام پر مسجدوں میں مجلسوں میں مکتبوں میں مدارس میں رہگذر عام پر مختلف عنوانوں سے وعظ و خوش بیانی سے لوگوں کے قلوب کو اس کے حکیمانہ طرز عمل کا سبق دہراتے رہتے ہیں مگر پھر بھی غالباً میرا یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ابھی ہم نے حسینیت کو اسقدر نہیں پہچانا۔ بلکہ اگر اور یہ عرض کروں کہ ہم بالکل ہی اُن مسافران راہ خدا کی منزل سے کوسوں دور ہیں تو غالباً بیجا نہ ہوگا۔ ہم نے صرف حسین کا مقصد شہادت رونے رلانے اور رونے والوں کی صورتیں بنانے تک محدود کر دیا ہے اور یہ حقیقتاً اصل مقصد شہادت کو دیدہ دانستہ پامال کرنا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ معاذ اللہ رونا بدعت ہے یا ممنوع ہے یا منافی صبر ہے یا منافی عصمت ہے خود علامہ زمخشری وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم کی تفسیر میں جناب یعقوبؑ کی گریہ کی نسبت لکھتے ہیں من وقتِ فراق یوسف الی حین لقائہ ثمانین عاماً یعنی جناب یعقوب فراق حضرت یوسف میں اسی برس کامل روئے لیکن پھر بھی وہ صابر ترین بندوں میں رہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حسین مظلوم کشتہ تیغ جفا نے کیوں ان مصیبتوں کے عظیم الشان پہاڑ کو اپنے سر پر لیا اور مقصد عالی سے چشم پوشی نہ کی کیا محض اسلئے کہ ہم صرف اُن بیکسوں کے حالِ زار پر رو یا کریں اور مستحق جنت ہو جائیں

تو حقیقتاً یہ وہ خوش کن خواب پریشان ہے جس کو آج
کل کے ذاکرین و واعظین خون حسین کو سکہ میں ڈھال ڈھال
کر نذر عقیدت مومنین سے فائدہ اٹھایا کرتے ہیں اور
اصل راز شہادت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ لیکن
باوجود اسقدر خون حسین کے گرانقدر ہونے کے یہ حسین کی
حقانیت اور صداقت کی ایک بین دلیل ہے کہ پھر بھی دنیا
جان پر کھیل کھیل کر ہمارے مبلغین سے دھڑا دھڑ خریدتی
ہے۔ اللہ رے حسین کیا کہنا تیری حقانیت کا اور کیا کہنا
ان واعظین اور مبلغین کا ہمیں اس مقام پر افسوس کیساتھ
چشم پرآب ہو کر عیسائی مشن کے ان الفاظ کو دہرانا پڑتا ہے
کہ باوجود اس کے کہ ہمارے مبلغین ہمارا عیسائی مشن صدہا
روپیہ تبلیغ میں خرچ کرتا ہے مفت رسالہ جات یسوع
مسیح کی تبلیغ میں لوگوں کے گھروں پر پہنچائے جاتے ہیں
مگر پھر بھی حسینی مشن کے نشان کے مقابلہ میں ہم دیکھتے
ہیں کہ اسکا دسواں حصہ بھی ہم کو کامیابی نظر نہیں آتی۔

میں حاشا وکلا اعتراضاً معاذ اللہ اس چیز کو
معرض ناظرین کے سامنے پیش نہیں کر رہا ہوں یہ دنیا جانتی
ہے کہ وہاں حکومتوں کا زبردست ہاتھ ہے اور یہاں حسینی مشن
کا نشان غریب اور نادار قوم کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن تاہم کم از کم مقصد شہادت حسینؑ سے
چشم پوشی کرتے ہوئے محض تفریح سامعین کے لئے
ان مسائل کا دنیا کے سامنے پیش نہ کرنا جس کے لئے
حسین نے بہتر ۷۲ قربانیاں نہر فرات کے کنارے پر تین دن
کی بھوک اور پیاس میں علی الاعلان دنیا کے سامنے پیش
کیں اصل مقصد شہادت کو پائمال کرنا ہے۔ یہ حسینؑ کے
ساتھ ہمدردی نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی عداوت ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا نے عملی میدان میں کیا کچھ نہ
گامزن ہو کر حسینی مشن سے فائدہ اٹھایا ہے اور اٹھا رہے
ہیں لیکن ہم آج تک صرف رونے رلانے کا گیت الاپ
رہے ہیں۔

دوسری قوموں نے سیاسیات کا فائدہ اٹھایا۔
اقتصادیات کو درست کیا اخلاق سنوارے بُرے مراسم
اور فضول خرچیوں میں اصلاح پیدا کی شادی و اموات
کے بُرے مراسم ترک کر دیئے۔

لیکن گستاخی معاف ہو ہمارے مبلغین وواعظین
کے پاس اسکے متعلق نہ کوئی تحریر ہے اور نہ کوئی تقریر ہے
اور نہ کوئی ایسا ادارہ ہے کہ جو مجالس حسین میں اس پر روشنی
ڈالی جائے۔ اگر ہے تو سرفراز جیسا ادارہ جو آئے دن کاغذ
کی گرانی پر چندہ کا سوال اشاعت مضامین پر ملکوں کا مطالبہ
دوسرے لوگوں کے کانوں تک ایسے بے فیض ادارہ سے
آواز کسی کو پہنچے تو کیونکر اور کس طرح پہنچے۔

بہر حال حسین کو ہم نے اُسقدر نہیں پہچانا جسقدر کہ
دوسری قوموں نے پہچانا اور آج نہیں بلکہ حسین کو سنہ ۱۳۶ھ
سے ہزاروں برس پہلے توریت میں خود جناب موسیٰ کو حکم
تھا کہ عاشورہ محرم کے روز اپنی امت سے کہدو کہ اُس روز
اپنے کو محزون و غمگین رکھیں اور تمام دنیا کے کاروبار ترک
کر دیں اور روزہ رکھیں۔

انجیل میں جناب عیسےٰ کو حکم ہے کہ نویں تاریخ محرم
کی شام سے لیکر عاشورہ کی شام کو روزہ کھولیں اور تمام
دن اپنے کو محزون و غمگین رکھیں اور جملہ کاروبار دنیا قطعاً
ترک کر دیں۔

سوامی شنکر اچاریہ لکھتے ہیں کہ کم و بیش جملہ مذاہب کے
رہبران مذہب نے اشاعت مذہب میں قربانیاں پیش کی ہیں
لیکن جیسا کہ میں نے حسین کی قربانیوں میں اثر دیکھا ایسا میں
نے کسی قربانی میں نہیں دیکھا اور یہی وہ چیز ہے جس نے
اسلام کو باقی رکھ لیا ورنہ آج دنیا میں کوئی اسلام کا نام
لینے والا باقی نہ رہتا۔

لیکن ہم باوجود اس کے کہ تمام دنیا جس سے سبق لے
رہی ہے اُسی عالم غفلت میں ہیں اگرچہ میں کچھ معاذ اللہ
اعتراضاً عرض نہیں کرتا لیکن ہاں روایات اور واقعات

یہ بتلاتے ہیں کہ روز عاشورہ حُر کی زوجہ شب کو مشعل
کی روشنی میں اس لُٹے ہوئے قافلہ کے اسیروں کو کچھ جو
کے ستّو اور پانی لائی ہیں اسوقت خاندان رسالت کے
قیدیوں کو کھانا پہنچایا جس پر جناب زینبؑ کو مشعل دیکھ
کر یہ خیال ہوا کہ شاید پھر اب یہ لوگ لوٹنے کے خیال
میں آرہے ہیں اور آپ پریشان ہو گئیں تھیں لیکن جب زوجہ
حُر پہنچیں تو معلوم ہوا کہ ابھی تو مُردے بھی دفن نہیں ہوئے
ہیں ابھی کھانا کیسا اور کھاتے تو کون کھاتے اور کیونکر
کھاتے بہرحال آنسوؤں کا دریا آنکھوں سے بہنے لگا اور
کھانا لیا اور جناب سکینہ سے ارشاد فرمایا کہ بی بی تم بھوک
اور پیاس سے بہت پریشان تھیں لو پانی بھی آگیا اور کھانا
بھی آگیا جس پر جناب سکینہ نے ننھے ننھے سے ہاتھ جوڑ
کر عرض کیا کہ اے پھوپھی جان پہلے آپ نوش کیجئے اور
لوگوں کو بھی دیجئے اُسکے بعد میں بھی کھالوں گی اس پر جناب
زینبؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے بی بی سب سے چھوٹی اسوقت
تم ہو لہذا سب سے پہلے تم ہی کو کھانا چاہیئے اُس کے بعد ہم
لوگ کھالیں گے یہ سُنکر جناب سکینہ نے پانی کا کوزہ اٹھایا
اور مقتل کیطرف چلنے لگیں جناب زینبؑ نے گھبرا کر پوچھا
کہ اے بی بی یہ کوزہ لے کر کہاں کو چلیں تو آپنے عرض
کیا کہ اے پھوپھی جان آپ ہی نے تو ابھی فرمایا کہ جو سب سے
چھوٹا ہو پہلے وہ شروع کرے اے پھوپھی جان سب سے چھوٹا
تو میرا بھائی علی اصغر ہے لہذا میں پہلے اس کو پلا دوں
اس کے بعد میں پیونگی۔

بہرحال یہ وہ روایت ہے کہ جو مشہور ترین ہے اور
عموماً ذاکرین ان دردناک واقعات کو دنیا کے سامنے بڑی
آب وتاب سے پیش کرتے ہیں جس کی صحت میں غالباً کسی کو
بھی کوئی کلام نہیں ہے اور عقل بھی یہ بتلاتی ہے کہ وقت عصر
تو بارگاہ احدیت میں سید الشہداء نے اپنے سر کا ہدیہ پیش
کیا ہے۔ اُسکے بعد تاراجی خیام اہلبیت ہوئی ہے اُس کے
بعد اسیر کر کے ایک علیحدہ خیمہ دیا گیا ہے جس جگہ لیجا کر
اسیر کئے گئے ہیں اُس کے بعد عمر سعد کا حکم ہوا ہے کہ اب
فوج کمریں کھولے اور شراب کباب کا دور چلے فتح کے شادیانے
بجیں اُسکے بعد اُسی سپاہ عمر سعد میں سے یاد آجانے پر کسی
نے عمر سعد سے کہا ہے کہ ارے اب تو فتح بھی ہو چکی خاندان
رسالت شہید ہو چکا بیبیاں اسیر ہو چکیں اور تم لوگ
کھانا بھی کھا چکے جشن فتح بھی منا چکے لیکن ان لاوارث
قیدیوں کی بھی کسی کو خبر ہے جن کو آج تین روز سے کھانا
تو بڑی چیز ہے پانی بھی میسر نہیں ہوا ہے۔ ان غریب عورتوں
کا کیا قصور ہے خدا کیلئے ان کے کھانے کی بھی کچھ فکر ہے
یا نہیں جس پر عمر سعد نے متعدد لوگوں سے کہا لیکن بوجہ
شرم وندامت کے منع کر دیا کہ ہم نے یہ ظلم کئے ہیں ہم کس
منہ سے وہاں جائیں آخر کو زوجہ حُر تجویز ہوئیں اور کھانا
لے کر پہنچیں جسکو میں عرض کر چکا ہوں۔

تو ایسی حالت میں فاقہ شکنی کا وقت ہماری سمجھ میں
نہیں آتا کہ آیا فوج یزید کی تعصّی ہے یا لاوارث قیدیوں
کی تقلید بہرحال میں تو اُسی زوجہ حُر کے وقت کی تقلید پر
فاقہ شکنی کرتا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔ اگر غلطی پر ہوں تو
خدا معاف فرمائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حسین کو دنیا نے پہچانا لیکن
ہم نے صرف رونے رلانے تک پہچانا اور باقی میدان عمل
میں ہم کورے نظر آتے ہیں نہ اقتصادی اصلاحات عمل
کیں نہ موت اور شادی کے بُرے مراسم ترک کئے جو قطع
نظر کرتے ہوئے شریعت اسلام کیخلاف ہونے کے اقتصادیات
کے لئے مذموم ترین ہیں حسینی مجالس کا انعقاد جہاں رونے
رلانے کیلئے ہے وہاں جملہ امورات دینی اور دنیوی کے
جواز اور عدم جواز کے پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے
زیادہ ہے اسی کے نشر کے لئے انہیں چیزوں کے دنیا کے
سامنے پیش کرنے کے لئے فسق وفجور سے بچنے کے لئے
حق وباطل کا امتیاز کرنیکے لئے اُسکے حکم پر ثابت قدم
رہنے کیلئے حسین نے بہتر قربانیاں دنیا کے سامنے

پیش کیں تاکہ اہل عالم اُس سے سبق حاصل کریں۔
اسی چیز نے تمام دنیا کی پیشانیوں کو حسینی نشان
کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔
آج ہم اگرچہ عقیدتاً اسلام کیخلاف ہیں لیکن حسینی
قربانیوں کا اثر اُسکے سیاسیات کے پہلو اُنکی مظلومانہ
شہادتیں دنیا کو بے چین کئے ہوئے ہیں اور کہنا پڑتا
ہے واللہ حسین عجب کارے کردی۔
اسی وجہ سے حسین کی یادگار کچھ دنیائے اسلام
کے لئے محدود نہیں بلکہ غیر مسلم بھی اس کی یادگار پر
چشم پُر آشوب ہوتے ہوئے کاربند نظر آتے ہیں۔
لیکن پھر بھی کماحقہ حسینؑ کی یادگار جیطرح منانی چاہئے
اُس طرح پھر بھی نہیں ہے مزاجب ہے کہ تمام دنیا
اس کے سیزدہ صد سالہ یادگار پر چم کے سامنے سر خم
نظر آئے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہوں
عملی اتحاد کی زنجیریں اس میں ایک دوسرے کیساتھ
متحد ہو جائیں اور مثل اُن عناصر اربعہ کے جو باوجود
مختلف اثرات اپنے میں رکھنے کے آپس میں ایک
دوسرے کیساتھ متحد نظر آتے ہیں اسی طریقہ پر مختلف
مذاہب کے لوگ عناصر اربعہ کی طرح متفق ہو کر
حسین کی سیزدہ صد سالہ یادگار کو جو واقعہ کربلا سے
لے کر اسوقت تک پورے تیرہ سو برس ہوتے
حسینی نشان کے سایہ میں اس کی یادگار کو تازہ
کریں۔
تاکہ باہمی اختلافات دور ہوں اور ارتباط باہمی
کی زنجیر کی کڑیاں مستحکم سے مستحکم تر ہو جائیں؛
آمین ثم آمین

اسیری اہلبیتؑ

(از سرکار علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب قبلہ ظلہٗ مجتہد العصر لکھنؤ)

شہادت امام حسین علیہ السلام کی اہم کڑی اسیری
اہلبیتؑ ہے اگر اسیری نہ ہوتی تو حسینی مشن ناکام رہتی امام
حسین ان تمام مصائب شدائد کو جھیل کر ریگستان کربلا
میں معہ اعوان و انصار و اعزا خون میں لوٹتے اور بنی اُمیہ
یہ کہتے رہتے کہ ملک گیری کے لئے امام حسینؑ نے یہ سب
مصائب جھیلے شکست خوردوں کا آخری نتیجہ ایک کا
قتل دوسرے کی فتح ہوتی ہے یزید کا تصور یہی کیا تھا امام
حسین اور ان کے مشن کی روح رواں زینب خاتون اس راز
کو خوب سمجھتی تھیں دشمنی لئے سفر عراق سے روکنے والوں اور
اطفال و نسواں کو ہمراہ نہ لے جانے کے مشوروں پر خود امام
حسین اور زینب خاتون راضی نہ ہوتی تھیں پورا قافلہ زنان و اطفال
کے ساتھ گیا اور یزیدیوں کی مشق ستم میں حصہ دار رہا کیا ایک
ملک گیری کا حریص خود ایسی ناسمجھی کر سکتا ہے اور مشورہ
دینے والوں کے صحیح مشوروں کا بھی احترام نہیں کرتا؟
نہیں نہیں۔
امام حسین کے قافلے میں اطفال و نسواں کا ساتھ
رہنا صاف و واضح دلیل اس بات کی تھی کہ وہ جنگ و پیکار
و ملک گیری کے خیال سے مدینہ سے نہ نکلے تھے اور سفر
کی پہلی منزل سے یہ دکھاتے رہے کہ ان کا مقصد ہرگز جنگ
و پیکار نہیں ہے نہ انکو حکومت و ملک گیری کی طمع ہے۔ یہ
عملی ثبوت ان گفتگوؤں اور تقریروں کیساتھ جو امام مظلوم
نے بار بار یزیدیوں سے فرمائیں بنی امیہ اور ان کے طرفداروں
کے غلط پروپیگنڈے کا تار و پود بکھیر دیتا ہے اسکے بعد اگر
اسیری اہلبیت نہ ہوتی تو امام حسین خاموشی سے شہید

ہو جاتے اور بجز چند فوجیوں کے عام شہرت اِس خون ناحق کی نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو ایک مدت دراز کے بعد جب اس خون ناحق کا جوش و اُبال مٹ لیتا اور جذبہ انتقام خونِ ناحق کا عرصہ گزرنے کے بعد فرو ہو جاتا۔ یزیدیوں کو بھی اس عرصہ میں اپنی ڈپلومیسی سے بہت کچھ تدارک کا موقع ملتا اور یہ خون ناحق مفت رائگاں ہوتا۔

اِس لئے حسینی مشن نامکمل تھی جس کی تکمیل اُن کی ماں جائی زینب خاتون نے اسی ہمت و صبر و استقلال سے کی جس کی بنیاد امام حسین نے کربلا کی ریتلی زمین پر رکھی تھی۔ اسیروں کی قافلہ سالار جناب زینب اور جناب ام کلثوم کے خطبہ اور تقریریں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ منورہ تک اس شہادت عظمیٰ کی نہایت کامیاب تبلیغ کرتی ہیں ابن زیاد کے بھرے دربار کی تقریریں اور یزید کے پرشان و شوکت دربار کی، گفتگوئیں اور تقریریں ایک طرف یزید اور اس کے طرفداروں کے مذہبی عقائد ان کے کیرکٹر ان کی سیاسی چالوں کی عریاں میں پردہ دری کرتی رہیں۔

دوسری طرف خاندان رسالت کی مذہبی عظمت و شان۔ حقوق اولاد رسول۔ خدا کی درگاہ میں ان کا تقرب شہادت کے اسباب علل۔ فریضہ امام۔ قاتلوں کا اخروی نتیجہ۔ شہادت کے سیاسی پہلو۔ بنی امیہ کی فاسد نیتوں کو پیش کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

یہ مخدرات عظمت مظلومانہ اسیری کی صورتیں بے مقنع و چادر اونٹوں کی پشت پر رسیوں سے بندھے شانے اور گردنیں تمازت آفتاب سے کملاتے چہرے پھٹے پرانے گرد آلود لباس۔ بھوک پیاس سے بچوں کا جذ و خرمے صدقے کے بیتابی سے منہ میں رکھ لینا۔ آنکھ سے آنسو نکلنے پر نوک نیزہ اور پشت کا تازیانوں سے زخمی ہونا۔ ان مجبور حالتوں کے ساتھ دیار بدیار پھرائے جانا۔ اشقیوں کے مجمع میں اپنی بیکسی اسیری کی صورتوں کو پیش کرنا ناظرین پر کتنا اثر کرتا ہوگا۔ اور آنیوالی نسلوں کیلئے تاریخی صفحات قیامت کیلئے اپنی جیتی جاگتی مظلومیت و حق پرستی ایثار و قربانی، صبر و استقلال، ہمت و شجاعت کی تصویر پیش کرتی رہیں گی۔

ظلم کے مخالفوں کی کوششیں بنی امیہ کی استبدادیت ملکیت سرمایہ داری کو خود فراموشی، ظلم و جبر کی داستانوں سے چھپانا چاہیں کب ممکن ہے کہ چھپا سکیں۔

ایک طرف بیمار امام کا ضعیف اور تھرائی ہوئی آواز سے پکار پکار کر فرمانا مجھ کو راہ شام میں اس ذلت و رسوائی سے لئے پھرے جیسے ایک ایسے غلام حبشی کو جس کا آقا اور والی وارث نہ ہو۔

اور مجمع عام میں کوفیوں شامیوں کی فتحمندانہ منادی اے اہل کوفہ و شام آگاہ ہو یہ اسیر اولاد محمد مصطفیٰ ہیں۔

مذکورہ نداؤں کے سننے والے بے خبر اقوام اولاد رسول کی اس ہتک بے عزتی کو دیکھ کر جو یزیدیوں کے ہاتھوں ہوئی۔ ان کی اسلامیت۔ مذہبیت۔ انسانیت، اخلاق معاشرت سیاست کے متعلق کیا فتوے دیتے ہونگے۔

کل کی بات ہے انہیں کوفیوں نے علی مرتضیٰ کا اپنے مغلوب دشمن سے برتاؤ دیکھا تھا کہ انتہائی احترام و عزت سے پیش آتے تھے، آج انہیں کی اولاد سے کیسا کمینہ بزدلانہ۔ وحشیانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے نہ قرابت قریبہ رسول کا پاس ہے نہ بے قصور اور بے وارث عورتوں بچوں پر رحم و کرم ہے نہ احکام اسلامی کی پرواہ ہے نہ سیرت رسول کی ان کی آنکھوں میں کوئی منزلت ہے اسی منہ سے دعوئے اسلام اور خلافتِ اسلامی پر قبضہ اور ان کی طرفداری رکیک تاویلوں میں کی جاتی ہے۔ اور مجالس عزا پر ناک بھوں چڑھانا اور بدعت بدعت پکار کر سچے درد رکھنے والوں کو اشک ریزی اور اسلام کی ہتک پر سینہ کوبی کو منع کیا جاتا ہے۔ شرم شرم۔

بعد شہادت کے حالات

(از جناب مولانا سید سبط الحسن صاحب فاضل ہنسوی)

دریائے فرات کے کنارے، غاضریہ اور نینوی کے متصل عرب کا ایک لق ودق ریگستان ہے اس میں سایہ و سبزہ کا مطلق نام نہیں ہے، بدوی صحرانشین بھی اس ریگستان میں قدم رکھتے ڈرتے ہیں لیکن آج دسویں محرم ۶۱ھ کو یہ صحرا مسلمان فوجوں سے پُر ہے، ہر جانب فوج ہی فوج نظر آرہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا ہے جو اُمنڈ رہا ہے فوجیوں کے حرکات وسکنات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی مہم میں کامیاب ہوئے ہیں اور غالباً اسی لئے وہ لوگ جوش ومسرت میں رہ رہ کر "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے ہیں۔ اسی میدان میں کچھ فاصلہ پر چند باعظمت و پُرشکوہ لاشیں بھی نظر آرہی ہیں، جن سے باوجود آثار مظلومیت ظاہر ہونیکے "الٰہی جلال ونور" درخشاں ہے یہاں کچھ دور چند خیمے بھی دکھائی دے رہے ہیں، جن سے آگ لگا دیئے جانے کی وجہ سے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور جن کے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور روشن چنگاڑیوں سے اپنے ڈیرے خیموں کو بچانے کیلئے یہ تکبیر بلند کرنیوالا لشکر حفاظتی تدابیریں کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جلے ہوئے خیموں کی تباہی پر اظہار مسرت بھی کرتا ہے، انہیں مشتعل خیموں سے رہ رہ کر ستم دیدہ بیبیوں کی سہمی ہوئی فریاد کی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔

"اے نانا رسول خدا، آیئے اور ملاحظہ کیجیے کہ آپ کا فرزند حسینؑ بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اور اب آپ کی نواسیاں قیدی بنائی جا رہی ہیں"

آہ۔ اب معلوم ہوا کہ یہ مسلمان اپنے رسول کے نواسے کو شہید کر کے خوش ہو رہے ہیں اور اسی مسرت میں تکبیریں بلند کر رہے ہیں ع کلمہ پڑھیں رسول کا کاٹیں سر حسینؑ

حسینؑ مظلوم کی شہادت ہی پر اشقیا کے مظالم کا خاتمہ نہیں ہوتا ہے بلکہ شہید ظلم کے جسم اطہر پر جو لباس تھا وہ بھی اتار لیا گیا اور اس کے بعد یہ اشقیا خیام اہلبیت پر چھاپہ مارتے ہیں اور تمام ساز وسامان لوٹ لیتے ہیں حتیٰ کہ مخدرات عصمت کے زیورات وچادریں بھی چھین لیتے ہیں (تاریخ الطبری جزء ثانی من حبلۃ الثانیہ ص۳۶۶ طبع لیڈن وتاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ) اس کے بعد یہ بدبخت خیموں میں آگ لگا دیتے ہیں (روضۃ الصفا جلد سوم) اس پر بھی ان کو چین نہیں آتا بلکہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے شہید راہ خدا کے جسم کو روند کر پامال کر دیتے ہیں۔ (تاریخ طبری جزء ثانی جلد ثانیہ ص۳۶۸ طبع لیڈن)

علامہ سبط ابن الجوزی پامالی نعش امام مظلوم کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

وقال عمر ایضاً من یوطئ الخیل صدرہٗ فاوطئوا الخیول صدرہٗ وظھرہٗ ووجد واتی ظھرہٗ اثار سوداء فسئالوا عنھا فقیل کان ینقل الطعام علی ظھرہٖ فی اللیل الی مساکین اھل المدینۃ (تذکرۃ خواص الامۃ)

عمر سعد نے آواز دی کہ کون ایسا ہے جو لاش حسینؑ کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روند دے پس سواروں نے مظلوم کی لاش کو پامال سُم اسپاں کر دیا۔ اشقیا نے پشت مبارک پر ایک نشان دیکھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ نشان اس وجہ سے ہے کہ حضرت پردۂ شب میں اپنی پشت مبارک پر کھانے پینے کا سامان لاد کر لے جاتے تھے اور مدینہ کے غریبوں کو تقسیم فرماتے تھے۔

آہ اے فرزند رسول آپ غریبوں کے ہمدرد بھوکوں کے سہارے تھے۔ سرمایہ داری کا مستبدانہ نظام آپ کے اصول عدل ومساوات کے بالکل خلاف تھا آپ کب کسی کو بھوکا و پریشان حال دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے اپنی شہادت

سے حقانیت و صداقت کو یہ حیات نو عطا کی سے
یہ عنایتوں کی جزا ملی یہ ہدایتوں کا صلہ دیا
وہ چراغ قبر نبیؐ کا تھا جسے کربلا میں بجھا دیا

تری سرفروشی کی شان تھی جو حیات دین نہ بنی
نہ ملا کسی کو حیات میں تجھے موت نے جو مزا دیا

(۲)

اب رات کی تاریکی تمام صحرا میں چھائی جاتی ہے،
آج یہ جنگل ہر روز سے ڈراؤنا معلوم ہو رہا ہے۔ جلے ہوئے خیموں کے قریب آل رسول ریگستان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے خوف کی وجہ سے سہمے جا رہے ہیں بیوائیں اپنے وارثوں کی یاد میں آنسو بہا رہی ہیں اور اپنے چھوٹے بچوں کو سینوں سے لپٹائے ہوئے ہیں، حسین کی چار سالہ بچی باپ کی یاد میں تڑپ رہی ہے اور کبھی کبھی زخمی کانوں تک ہاتھ لے جاتی ہے اور ماں سے درد کی شکایت کرتی ہے، ہاں! دنیا آ کر دیکھے اس حالت میں بھی ایک عبد خاص اپنے معبود سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہے، عصر کے وقت یتیم ہونیوالا بیمار اس شب کو سجدۂ معبود میں خاک پر سر رکھ دیتا ہے۔ اور تمام رات سجدۂ میں خدائے واحد کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔

لما قتل ابوہ الحسین بارض کربلا احیاء تلک اللیۃ بالسجود الی الصباح ویقول فی السجود تلک اللیلۃ لا الہ الا اللہ حقاً حقاً لا الہ الا اللہ ایماناً وصدقاً لا الہ الا اللہ تعبداً ورقاً ویکرر ذلک الف مرۃ الی ان طلع الفجر۔ (ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر العجیلی الحنفی الشافعی)

جب امام مظلوم شہید ہو گئے تو اس شب ان کے فرزند بیمار کربلا نے رات بھر عبادت خدا میں بسر فرمائی حضرت نے ایک ہی سجدہ میں پوری رات ختم کر دی اور ہو گئی اس شب کو حضرت سجدہ میں یہ کلمات ارشاد فرماتے رہے لا الہ الا اللہ حقاً حقاً، لا الہ الا اللہ ایماناً وصدقاً لا الہ الا اللہ تعبداً ورقاً۔

یہ کون برگزیدہ الٰہی ہے؟ دنیا پہچانے یہ اس کا بیٹا ہے جس کا سر سجدہ کی حالت میں قلم کیا گیا۔ جس کا دادا حالت نماز میں مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر شہید ہوا، جو آج تمام عالم میں "سید الساجدین" اور زین العابدین کے القاب سے مشہور ہے سے

سجدہ کہ جس پہ سجدۂ کون و مکاں نثار
حیرت سے کربلا کی زمیں دیکھتی ہوئی!

(۳)

۱۱ محرم کو عمر بن سعد نے اپنے کشتوں کو جمع کیا، اور ان پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ (تاریخ الطبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۳۶۹ طبع لیڈن و تاریخ الکامل ابن اثیر) لیکن شہداء کی لاشیں اسی طرح بے گور و کفن پڑی رہیں، دو دن قیام کرنے کے بعد عالم انسانیت کے رسوا ترین سپہ سالار عمر بن سعد نے کوفہ کا ارادہ کیا لیکن اس موقع پر بھی اس نے یہ ظلم کیا کہ خاندان رسالت کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں اور نبی زادیوں کو گرفتار کر کے مقتل شہداء کی طرف سے لے گیا۔ جہاں پامال شدہ لاشہائے شہداء بے غسل و کفن پڑی تھیں اس جگر دوز منظر کو جب ان ستم زدوں نے دیکھا تو فریاد کرنے لگیں، جناب زینب نے اپنے نانا رسالتمآب کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد فرمایا۔

اے نانا آپ پر آسمانی فرشتوں نے نماز پڑھی تھی لیکن آپ کا فرزند حسین ریگ گرم پر بے غسل و کفن آغشتہ بخوں ہے جس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔ نانا آپکی اولاد قتل کر دی گئی؟ جن کی لاشوں پر ہوا گرد اڑا رہی ہے اور آپ کی بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں۔ (تاریخ الطبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۳۷۰)

یتیموں اور بیواؤں کا یہ لٹا ہوا قافلہ گریہ و زاری کرتا ہوا کوفہ چلا جاتا ہے، شہداء کی لاشیں بے غسل و کفن پڑی رہ جاتی ہیں سے
کوئی بہلو رہ نہ جائے آرزوئے ظلم کا
بے کفن لاشے بھی جنگل بھی اندھیرا بھی سہی!

اشقیا کے چلے جانے کے بعد قبیلہ بنی اسد نے جو غاضریہ میں رہتے تھے آکر شہداء کو دفن کیا (تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، علامہ ابن سبط بن الجوزی) امام مظلوم کی تکفین و تدفین کے متعلق ایک دوسرا واقعہ یوں لکھتے ہیں۔ وکان زهیر بن القین قد قتل مع الحسین وقالت امراتہ لغلام لہ اذهب فاکفن مولاک فذهب الی الحسین مجردا فقال اکفن مولای وادع الحسین فلا والله فکفنه ثم کفن مولاه فی کفن اخر،

زہیر بن قین جو امام مظلوم کی رفاقت میں شہید ہوئے تھے ان کی زوجہ نے زہیر کے غلام سے کہا جاؤ اور اپنے آقا کو کفن دو جب غلام گیا تو اس نے دیکھا کہ حسین مظلوم کی لاش بے غسل و کفن پڑی ہے یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کیا غضب ہے کہ میں آقا کو کفن دوں اور فرزند رسول کی لاش کو ایسے ہی چھوڑ دوں بخدا ایسا کبھی نہ ہوگا۔ اس نے امام مظلوم کو کفن دیا اور اپنے آقا کو دوسرے کفن میں دفن کیا۔

علامہ حسن بن علی طبرسی دفن شہدا کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ تحریر فرماتے کہ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودی جن میں ابراہیم اور روئیل نامی یہودی بھی تھے بھاگ کر سرزمین عراق میں صحرائے کربلا کی قریبی آبادی میں آباد ہو گئے تھے یزیدی فوج کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے شب کو لاشہائے شہدا سے ایک نور کو تابندہ ہوتے دیکھا اس کرامت کے مشاہدے کے بعد ان لوگوں نے شہداء کو دفن کیا (کتاب کامل السقیفہ معروف بہ کامل بہائی الحسن بن علی الطبری باب ۲۸)

صحرا کو جس نے گور غریباں بنا دیا
جنگل میں لٹ کے یوں نہ کوئی کارواں بسے

— ۴ —

وہ شہر کوفہ جو قبہ اسلام سمجھا جاتا تھا، جس کی آبادی و رونق میں خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے کافی اہتمام کیا تھا مخصوص مخصوص قبائل عرب کو آباد کر کے اس کی آبادی کو مخصوص نوعیت کیا تھا بڑھایا گیا تھا جہاں حضرت زینبؑ ام کلثوم بحیثیت شاہزادی کے کبھی قیام فرما چکی تھیں، آج اسی تاریخی شہر میں عجیب چہل پہل ہے خوشی و مسرت کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں بازار سجائے گئے ہیں، ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم ہے (مفتاح النجا محمد معتمد بدخشی) کیوں؟ اس لئے کہ حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں کے امیر پہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا اس کے مقابلہ میں اسلامی حکومت کو کامیابی ہوتی ہے آج اُسی کے اہل و عیال گرفتار کر کے کوفہ لائے جا رہے ہیں۔

افسوس یہ نہیں بتلایا جا رہا ہے کہ ہم نے رسول اللہ سے بغاوت کی، فرزند رسول کو قتل کیا اور خاندان رسالت کو قیدی بنا کر لا رہے ہیں۔ تف ہے ایسے مسلمانوں پہ۔

قبل اسکے کہ مظلوموں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہو، حاکم کا یہ حکم ہو چکا ہے کہ اس موقعہ پر کوفہ میں کوئی شخص سلاح جنگ لیکر نہ نکلے۔ کوئی شخص ہتھیار لگائے ہوئے کوفہ میں دکھائی نہ دے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے بعد جگہ جگہ پر کسی خاص دہشت کیوجہ سے سوار اور پیادوں کی ایک بڑی تعداد (جس کی تعداد دس ہزار بتلائی گئی ہے) مقرر کر دی گئی ہے۔ (روضۃ الاحباب) بازار کوفہ میں ایک اژدحام ہے۔ بعضوں کو اصل واقعہ کی خبر ہے اور بعض بے خبر سرکاری رپورٹ پر اعتبار کرتے ہوئے یہی سمجھ رہے ہیں کہ مخالفین اسلام کی جماعت پسپا ہوئی اور ان کے اہل و عیال گرفتار ہوئے۔

سہل شہرزوری حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر عین اسیوقت کوفہ میں پہنچے دیکھا کہ بازار سجا ہوا ہے اور لوگوں کے چہروں پہ مسرت کے آثار ہیں اس مجمع میں کچھ ایسے بھی نظر آتے ہیں جنکے چہرے اُترے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک بڈھے سے حال دریافت کیا وہ ان کو ایک گوشہ میں لے گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری کرتے ہوئے خاندان رسالت کی تباہی کی خبر اس مرثیہ کو پڑھ کر دی

لم تری ان الشمس اصبحت مریضه ÷ لقتل الحسین والبلاد اضمحلت
وکانوا غیاثا ثم اضحوا رزیة ÷ لقد عظمت تلک الرزایا وجلت

دانّ قتیل الطف من اٰل ھاشم ؛ اذل رقاب المسلمین وذلت

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قتل حسین سے سورج کو گہن لگ گیا اور تمام بلاد تباہی میں پڑ گئے ؟ ہائے خاندان رسالت تو لوگوں کے لئے فریاد رس تھا لیکن آج وہ خود مبتلا ئے مصیبت ہو گئے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ مصیبتیں بڑی عظیم اور سخت ہیں، بہ تحقیق کہ شہید کربلا کی شہادت نے مسلمانوں کی گردنوں میں رسوائی و ذلت کے طوق کو ڈال دیا اور در اصل وہ ذلیل ہو بھی گئے ؟

ابھی یہ مرثیہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ فتح کے باجوں کی آوازیں آنے لگیں اور اہل بیت رسول کا تباہ حال قافلہ بازار میں داخل ہو گیا۔ آگے آگے نیزوں پر شہداء کے سر تھے اور پیچھے اسرار آل محمدؐ تھے

کل جو نبی کے دوش پر تھا آج وہ سر ہے نیزہ پہ
ایک زمانہ ایسا تھا ایک زمانہ ایسا ہے

ایک عورت جو اس منظر کو دیکھنے کے لئے اپنے کوٹھے پر بیٹھی ہوئی تھی قیدیوں سے پوچھنے لگی "من ای الاساری انتن" تم کس قوم و قبیلہ کے قیدی ہو، فقلن نحن اساری آل محمدؐ جواب دیا گیا کہ ہم اُسرائے آل محمد ہیں یہ سننا تھا کہ ایک کہرام بپا ہو گیا گریہ وزاری کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، جناب زینب نے اپنے مقصد کی تبلیغ کے لئے بہترین موقع دیکھا آپ نے اہل کوفہ کو ساکت فرمایا اور نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہلبیت کے فضائل و مکارم کا تذکرہ تھا اور جابر حکومت کے تار و پود کو توڑ کر رکھ دیا گیا تھا بشیر بن حزیم اسدی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس تقریر کے بعد لوگوں میں غم و غصہ اور گریہ وزاری کی عجیب کیفیت پیدا ہوئی ایک شیخ میرے قریب تھا اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور کہنے لگا، "بابی و امی کھولھم خیر الکھول شبابھم خیر شباب و نسلھم کریم و فضلھم فضلٌ عظیم" میرے ماں باپ فدا ہوں اس گھرانے کے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور نوجوان بہترین جوان ہیں، ان کی نسل پاک و پاکیزہ ہے اور ان کے فضائل بہترین فضائل ہیں۔

یہ ہے حق کی فتح کہ بظاہر مغلوب ہونے کے بعد بہترین خلق ہونے کی گواہی قیدی بن کر لے لی۔ اسکے بعد فاطمہ بنت الحسین، حضرت ام کلثوم، اور جناب سید سجاد نے خطبے ارشاد فرمائے جس سے اہل کوفہ کی آنکھوں کے پردے ہٹ گئے حکومت اپنے مقصد میں ناکامیاب رہی اور بے بس اور مجبور قیدیوں نے حکومت کے خلاف عام پبلک کے سامنے نہایت زور و شور کے ساتھ جو کچھ کہنا تھا وہ کہدیا۔ یہ انقلاب پیدا کرنے والی تقریریں جو بازار کوفہ میں گونجیں ان کو کوئی طاقت روک نہ سکی ایک دوسرے سے نقل ہوتی ہوئی دنیائے اسلام کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پہنچ گئیں جس کا اثر یہ ہوا کہ عوام میں حکومت کیخلاف جذبہ تنفر پیدا ہونے لگا۔

تقریر کے قربان مقرر کے تصدق
اے نجم ستمگر کا بھرم کھل گیا سارا

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حسین کا سر نوک نیزہ پہ بلند کر کے تمام شہروں میں گھمایا جائے (تاریخ الطبری و کامل ابن اثیر) خیال تھا کہ اس سے عام دہشت و خوف کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن برخلاف اسکے دلوں میں غم و غصہ کی آگ تیزی کے ساتھ سلگنے لگی، اس کے بعد دربار میں قیدیوں کی حاضری کا حکم دیا گیا، آج کوفہ کا دربار بہت زیادہ آراستہ ہے دربار بھی عام ہے ہر شخص بغیر روک ٹوک کے آسکتا ہے۔ بڑے بڑے لوگ دربار میں موجود ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ رسول کے صحبت یافتہ بھی نظر آرہے ہیں۔ ایک جانب خاندان رسالت مقید کھڑا ہے اور امیر تخت حکومت پہ بیٹھا ہوا ہے اور حسینؑ کے سر مبارک سے بے ادبی کر رہا ہے (تاریخ الطبری و ابن اثیر) زید بن ارقم صحابی رسول نے جب ابن زیاد کو یہ بے ادبی کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہ لب و دندان ہیں جن کے بوسے رسول اللہ لیا کرتے تھے یہ کہکر رونے لگے، ابن زیاد نے ان کی صحابیت کا احترام کرتے ہوئے یہ کہکر انکو ٹال دیا، یہ پیر خرف ہیں ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ زید بن ارقم دربار سے نکل آئے اور لوگوں

سے کہنے لگے۔ یا معشر العرب العبید بعد الیوم قتلتم ابن فاطمہ وامرتم ابن مرجانۃ فہو یقتل خیارکم ویستعبد شرارکم فرضیتم بالذل فبعداً لمن رضی بالذل (الطبری جزء ثانی جلد ثانیہ صفحہ ۳ طبع لیڈن)

مردمان عرب! آج سے تم انسانوں کے غلام ہو گئے فرزند فاطمہ کو تم نے قتل کیا اور پسر مرجانہ کو تم نے اپنا حاکم بنایا پس تمہارے نیکوں کو قتل کرتا ہے تمہارے اشرار کو اپنا غلام بناتا ہے تم اپنی ذلت اور رسوائی پر راضی ہو گئے پھٹکار ہو اس پر جو ذلت پر راضی ہو جائے۔

مدائنی کی روایت ہے کہ جابر نامی ایک شخص جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھا ابن زیاد کے دربار میں موجود تھا اس نے ان حالات کے بعد یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر دس آدمی بھی حکومت کے خلاف خروج کریں گے تو ان میں سے ایک میں ہونگا۔ چنانچہ مختار کے ساتھ یہ شخص تھا اور بروایتے اسی کے ہاتھ سے ابن زیاد قتل بھی ہوا۔

اسی دربار میں بیمار قیدی حضرت سید سجادؑ نے عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ سے ایک زبردست احتجاج کیا ظالم حاکم نے یہ سمجھ کر کہ علی بن الحسین، موت سے ڈریں گے حضرت کو قتل کرنے کا حکم دیدیا لیکن موت پر فتح پانیوالے فرزند حسین نے نہایت جرأت و استقلال کیساتھ فرمایا کہ

اما علمت ان القتل لنا عادۃ وکرامتنا الشہادۃ

کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری فضیلت ہے

یہ وہ پر شکوہ آواز تھی جو دربار ابن زیاد میں گونجی اور ہر شخص نے دہشت زدہ ہو کر اسکو سنا ابن زیاد عرق انفعال میں ڈوب گیا۔ قاتل کی تلوار جہاں تھی وہیں پر رک گئی اور درباریوں کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے ؎

گردنیں خم ہو گئیں آنکھوں میں آنسو آ گئے
ہر کلیجہ چاک ہر سینہ تھا برمایا ہوا

دربار برخاست کر دیا گیا لیکن قیدیوں کو اسوقت تک کے لئے قید خانہ میں رکھے جانے کا حکم دیا گیا جب تک کہ دمشق سے ابن زیاد کا قاصد تہنیت نامہ کا جواب لیکر واپس نہ آ جائے۔

———— ۱۰ محرم ۶۱ھ ————

کوفہ کی عظیم المرتبت مسجد جو امیرالمومنین حضرت علی کے عہد میں نمازیوں و عبادت کرنیوالوں سے آباد رہا کرتی تھی، عرصہ سے خالی نظر آتی ہے۔ ہاں! ایک عرصہ سے اس مسجد میں صرف ایک عابد شب زندہ دار نظر آتا ہے، یہ بزرگ مشہور شیعہ علیؑ۔ عبداللہ بن عفیف الازدی، ہیں (وکان من شیعۃ علی کرم اللہ وجہہ الطبری) یہ جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے، جنکی دونوں آنکھیں جہاد میں زخم لگنے کیوجہ سے ضائع ہو چکی تھیں، بظاہر کور لیکن دیدہ باطن روشن اور نور ایمان قلب میں جلوہ فگن۔ حالت اس روشن ضمیر کی یہ تھی کہ "لا یکاد یفارق المسجد الاعظم یصلے فیہ الی اللیل (طبری)، دن بھر اس مسجد میں تنہا عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے لیکن اور دنوں کے آج اس مسجد میں مجمع ہو رہا ہے یہاں تک کہ اسکا گوشہ گوشہ بھر جاتا ہے لیکن برخلاف اس کے وہ منبر جس پر کبھی امیرالمومنین علی تشریف فرما ہو کر مسلمانوں کو رشد و ہدایت اور علوم و معارف کی تلقین فرمایا کرتے تھے آج اسی منبر کے جانب لوگوں کی نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں کہ دفعتہً میمون صفت عبیداللہ بن زیاد منبر پر جاتا ہے اور کہتا ہے۔

فقال الحمد للہ الذی اظہر الحق واھلہ ونصر امیرالمومنین یزید بن معاویہ وحزبہ، وقتل الکذاب بن الکذاب الحسین بن علی وشیعتہ۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو غالب کیا اور مسلمانوں کے امیر یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کی مدد کی اور معاذ اللہ کذاب بن کذاب کہنے والے پر لعنت حسین بن علی (سلام اللہ علیہما) اور ان کے شیعوں کو قتل کیا۔"

ان کلمات کو سن کر "عبداللہ بن عفیف"، بپھر پڑے اور ڈپٹ کر کہنے لگے یا ابن مرجانۃ ان الکذاب بن الکذاب انت وابوک والذی ولاک وابوہ یا ابن مرجانۃ اتقتلون ابناء

المنبیین وتکلمون بکلام الصدیقین (طبری)

اے پسر مرجانہ تو اور تیرا باپ جھوٹا ہے جس نے تجھ کو حاکم بنایا (یعنی یزید) اور اس کا باپ بھی کاذب و دروغگو ہے۔ (یعنی یزید کا باپ) اے مرجانہ زادے پیغمبر کی اولاد کو قتل کرتا ہے اور پھر راستبازوں کی طرح کلام کرتا ہے۔

یہ کہکر یہ مجاہد مسجد سے نکل آیا، ابن زیاد کی فوج کا ایک دستہ انکو گرفتار کرنے کے لئے گیا۔ انہوں نے اس یزیدی فوج پر حملہ کر کے اکثر کو جہنم واصل کیا آخرکار زخمی شیر کی طرح گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے اور اُن کی لاش کو دوسروں کی عبرت کیلئے دار پر چڑھا دیا گیا (تاریخ الطبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۲۰۳ طبع لیڈن)

کوفہ میں اندر ہی اندر اموی حکومت کیخلاف ایک بےچینی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ عبداللہ بن الحر" بایں خیال کہ "اب اِس فضا میں رہنے کو دل چاہتا نہیں، اپنے چند ہمنوا ساتھیوں کیساتھ احمر بن زیاد الطائی کے مکان میں پوشیدہ طریقہ سے مجتمع ہو کر کچھ طے کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ لوگ کوفہ چھوڑ دیتے ہیں اور کربلا میں پہنچکر شہداء کی زیارت سے مشرف ہونیکے بعد مدائن چلے جاتے ہیں اس زمانہ میں عبداللہ بن الحر کے جذبات غم مرثیہ کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں جس کی شہرت عام ہو جاتی ہے (طبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۳۸۵ جس کے دو شعر یہ ہیں،

یقول امیرٌ غادرٌ حق غادرٍ الا کنت قاتلت الشہید ابن فاطمہ
فیا ندمی ان لا اکون نصرتہ الا کل نفس لا تسدد نادمہ

—— (۷) ——

اہلبیت رسول کوفہ میں قید ہیں، حالت اسیری میں جناب زینبؑ نے یہ خواہش فرمائی ہے کہ

لا یدخلن علی عربیۃ الا ام ولد او مملوکۃ فانھن سبین وقد سبینا

ہمارے پاس کوئی عربی عورت نہ آئے سوائے غیر ملکی ام ولد اور کنیزوں کے اس لئے کہ وہ بھی قیدی ہیں اور اسوقت ہم بھی قیدی ہیں

اُسوقت جناب زینب کی اس خواہش کو دنیا نہ سمجھ سکی ہوگی، لیکن آج دور بین نگاہیں اس حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں کہ جناب زینب کی یہ خواہش درحقیقت حکومت کیخلاف ایک زبردست انقلاب پیدا کر دینے کی تحریک تھی ہم کو کتب تواریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سا۶۱ھ کے بعد سے ہر وہ تحریک جو اولاد علی کی حمایت میں شروع ہوئی اس میں "موالیین" (غیر ملکی غلاموں) کا ہاتھ ظاہر بظاہر یا در پردہ ضرور رہا ہے۔

طبری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں اہلبیت کوفہ میں اسیر تھے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یزید پلید تمام قیدیوں کو قتل کر دینے کا حکم دیگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے اس امر کے لئے یزید سے حکم طلب کیا ہو جس کا وہ انتظار کر رہا تھا۔ مورخ طبری لکھتا ہے :۔

فبینا القوم محتبسون اذ وقع حجرٌ فی السجن معہ کتاب مربوط وفی الکتاب خرج البرید بامرکم فی یوم کذا وکذا الی یزید بن معاویۃ وسائر کذا وکذا یوما وراجع فی کذا وکذا فان سمعتم التکبیر فایقنوا بالقتل وان لم تسمعوا التکبیر فھو الامان ان شاء اللہ (تاریخ طبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۳۸۰ طبع لیڈن)

اسرائے آل محمد کوفہ میں قید تھے کہ ایک دن قید خانہ میں ایک پتھر کسی نے پھینکا اس میں اس مضمون کی ایک تحریر بندھی ہوئی تھی کہ آپ کے معاملات ۔۔ کے لئے ایک خط یزید کے پاس بھیجا گیا ہے۔ قاصد اس تاریخ کو جا رہا ہے اور فلاں تاریخ تک پلٹے گا پس اگر تکبیر کی آواز سنائی دے تو اپنے متعلق حکم قتل کا یقین کر لینا اور اگر تکبیر نہ بلند کی جائے تو انشاء اللہ امان ہے۔

لیکن قاصد کے آنے پر تکبیر کی آواز نہیں بلند کیگئی کیونکہ یزید نے حکم دیا تھا کہ قیدیوں کو دمشق روانہ کر دو"۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں کوئی خفیہ جماعت بھی تھی جو اہلبیت کو قید میں حالات سے مطلع کرنے کے فرائض کو ادا کرتی تھی۔ یزید کے حکم کے بعد ابن زیاد نے اطفال حسینی اور مخدرات عصمت کو جن کے سروں پر چادریں بھی نہ تھیں ایک رسی سے باندھ کر بے کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کر کے دمشق روانہ کر دیا (تذکرہ خواص الامۃ سبط بن الجوزی و ذخیرۃ المآل

علامہ احمد بن عبد القادر الشافعی، اور بیمار کربلا امام زین العابدین کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ حضرت کو طوق و زنجیر سے جکڑ دیا (الطبری جز ثانی جلد ثانیہ ص۳۷۵ تاریخ کامل ابن اثیر) اسیروں کا لٹا ہوا قافلہ اس شان کے ساتھ جا رہا تھا کہ آگے آگے نوک نیزہ پر شہداء کے سر بلند تھے اور اس کے پیچھے یہ مصیبت زدہ تھے ؎

کر چکے تسخیر کوفہ سوگواران حسینؑ
اب اسیران بلا کا قصد سوئے شام ہے

اہلبیت کی تباہی اور اپنی کامیابی کا پروپیگنڈا کرنے کیلئے عراق سے دمشق جانے کا وہ راستہ اختیار کیا گیا تھا جس میں آبادیاں زیادہ پڑتی تھیں کسی آبادی میں داخل ہونے سے پہلے وہاں یہ مشہور کیا جاتا تھا کہ یہ سر مسلمانوں کے دشمنوں کے ہیں جنہوں نے اسلامی خلیفہ پر خروج کیا تھا اور یہ انہیں کے اہلبیت ہیں جو کفار ترک دیلم کے قیدیوں کی طرح مقید کئے گئے ہیں لیکن اہلبیت حسینی کی اس طرح کی تشہیر حسینی مقصد کو کامیاب بناتی جا رہی تھی سوائے چند بستیوں کے جن آبادیوں سے گزر ہوتا تھا اموی حکومت کیخلاف بغاوت کے آثار پیدا ہوتے جا رہے تھے اہل موصل نے کسی طرح یہ گوارا نہ کیا کہ یزیدی فوج ان کی آبادی سے گذر جائے، تکریت میں پہلے تو یزیدی پروپیگنڈے کی بنا پر یہ سمجھا کیا کہ کسی خارجی نے حکومت کے خلاف خروج کیا تھا یہ انہیں کے سر ہیں جن کی تشہیر ہو رہی ہے اسلئے بازاروں کو سجا کر فوج کا استقبال کرنا چاہا لیکن بر وقت ایک عیسائی نے ان مسلمانوں کو غیرت دلا کر یہ بتلایا کہ میں کوفہ میں موجود تھا مجھکو معلوم ہے کہ یہ سر تمہارے نبی کے نواسے کا ہے اور یہ انہیں کے اہلبیت ہیں جنکو قید کیا گیا ہے، اللہ اکبر کیسے اچھے تھے یہ عیسائی جنہوں نے تکریت کے مسلمانوں کو متنبہ کیا تکریت کے عیسائیوں اور مسلمانوں نے "حسین" کے نام پر مل کر یزیدیوں کیخلاف محاذ جنگ قائم کر دیا یزیدیوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے راستہ بدل دیا اور "معرۃ النعمان" کی طرف چلد یئے مقام شیزر کے لوگوں نے بھی یہی کیا، قلعۂ کفر طاب میں بھی نہیں داخل ہو سکے، مقام سیبور کے لوگوں نے بھی مقابلہ کیا، جناب ام کلثوم نے ان لوگوں کو ان الفاظ میں دعائے خیر دی۔ اعذب اللہ شرابہم وارخص اسعارہم ورفع ایدی الظلمۃ عنہم۔ خدا ان کے چشموں کو میٹھا کرے، گرانی ان کے یہاں سے دور ہو اور ظالموں کے شکنجہ سے یہ نجات پائیں۔

اہل حماۃ بھی جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اہالیان حمص نے باقاعدہ جنگ کی اور ۳۶ یزیدیوں کو قتل کیا۔ صاحب روضۃ الاحباب کی تحقیق کی بناء پر مقام حران میں "یحیٰی حرانی" نامی ایک عیسائی راہب نے یزیدیوں سے جنگ کی اور بالآخر شہید ہو گیا غرضیکہ ایک عام کھلبلی تھی جو اہلبیت کی تشہیر سے سرزمین شام میں رونما ہو رہی تھی ؎

موت یہ تیری کیسی تھی مرنوا اے تیرے لئے
مجلس بستی بستی ہے ماتم صحرا صحرا ہے

یاقوت الحموی کی تحریر کی بنا پر راہ دمشق میں تکالیف سفر کیوجہ سے ایک عجیب سانحہ بھی گزرا جس کو علامہ موصوف نے دو جگہوں پر ان الفاظ میں لکھا ہے۔

۱۔ جوشن جبل فی غربی حلب منہ کان یحمل النحاس الاحمر و ھو معدنہ ویقال انہ بطل منذ عبر علیہ سبی الحسین بن علی ونساءہ وکانت زوجۃ الحسین حاملا فاسقطت ھناک فطلبت من الصناع فی ذالک الجبل خبزا وماءً فشتموھا ومنعوھا فدعت علیہم فمن الآن من عمل فیہ لا یربح وفی قبلی الجبل مشہد یعرف بمشہد السقط ویسمی الدکۃ والسقط یسمی محسن بن الحسین۔ معجم البلدان بہ ترجمہ جبل جوشن ص۱۵۲ جلد دوم۔

جوشن نامی پہاڑ حلب کے غربی سمت واقع ہے یہاں تانبے کی کان ہے کہتے ہیں کہ یہ کان اس وقت سے خراب ہو گئی ہے عراق سے دمشق جاتے ہوئے اہلبیت حسینی کا قافلہ اس

طرف سے گذرا تھا اسوقت ازواج حسین میں سے کوئی معظمہ حاملہ تھیں لیکن اس مقام پر (تعب سفر کیوجہ سے) اسقاط ہوگیا۔ ان بی بیوں نے وہاں کے لوگوں سے پانی مانگا۔ ان لوگوں نے نہیں دیا۔ اس پر مظلومہ نے ان پر بد عا کی اس وقت سے اس معدن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا پہاڑ کے سامنے مزار ہے جو "مشہد سقط" کے نام سے مشہور ہے اور اس بچہ کا نام "محسن بن حسین" تھا۔

۲- وفی غربی البلد فی سفح جبل جوشن قبر للمحسن بن الحسین یزعمون انہ سقط لما جیئی بالسبئی من العراق لیحمل الی دمشق او طفل کان معھم بحلب فدفن ھناک۔ معجم

ترجمہ حلب ص۳۰۰ جلد دوم طبع لیپزگ)

شہر حلب کے غرب سمت جوشن نامی پہاڑ ہے یہاں محسن بن حسین کا مزار ہے خیال کیا جاتا ہے کہ جب مخدرات اہلبیت قید ہوکر اس طرف سے دمشق جاتے ہوئے گذرے تو اس مقام پر ایک بی بی کو اسقاط ہوگیا تھا یا ان کے ہمراہی کوئی بچہ تھا جو یہاں مرگیا اور دفن کر دیا گیا۔

غرضکہ طرح طرح کے اندوہ و مصائب کو برداشت کرنے کے بعد بنا بر تحقیق علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الشافعی صاحب ذخیرۃ المآل چھٹی ماہ صفر کو یا بنا بر مختار علامہ حسن بن علی الطبرسی روز چہارشنبہ سولہویں ربیع الاول کو دمشق میں داخل ہوئے (کامل البھائی باب ۲۹)

جس دن اہل حرم کا قافلہ دمشق میں داخل ہوا ہے اس دن وہاں کے بازار خاص اہتمام سے سجائے گئے تھے تمام شہر میں آئینہ بندی کیگئی تھی۔ فتح کے شادیانے بجائے جارہے تھے ہر طرف سے جنگ و رباب کی آوازیں آرہی تھیں۔ لباس عید سے لوگ آراستہ تھے نووارد دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ شامیوں کی آج کوئی خاص عید ہے مجمع کی یہ کثرت تھی کہ باوجود اس کے کہ آفتاب نکلنے کے ساتھ ہی "اسیران آل محمدؐ" داخل دمشق کئے گئے تھے لیکن زوال کے وقت تک دربار یزید میں پہنچ سکے تھے جس وقت یہ قافلہ بازار سے گذر رہا تھا۔ ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ (یہ شخص جنگ جمل میں طلحہ و زبیر کے ساتھیوں میں سے تھا) نے حضرت سید سجادؑ سے طنزاً پوچھا "یا علی بن الحسین من غلب" اے فرزند حسین کس کو فتح ہوئی، حضرت نے جواب میں فرمایا "اذا دخل وقت الصلوٰۃ فاذن واقم" تجھ کو اگر معلوم کرنا ہے کہ کس کو فتح ہوئی ہے تو سن لے نماز کا وقت آگیا اذان دے اور اقامت کہہ اسوقت تجھکو معلوم ہو جائے گا کہ کس کو فتح ہوئی، سبحان اللہ کیسا بلیغ جواب ہے، روحی لہ الفداء

کوفہ کو فتح کرکے عزادار آئے ہیں
قیدی بلانے شام کا دربار آئے ہیں

دربار بھی خصوصیت کیساتھ آراستہ کیا گیا تھا تخت مرصع پر یزید پلید بیٹھا تھا اور اس کے چپ و راست زرین و سیمین کرسیاں (جن کی تعداد سات سو بتلائی گئی ہے) بچھائی گئی تھیں۔ جن پر امراء اور صنادید شام بیٹھے ہوئے تھے غیر ممالک کے سفیر بھی خصوصیت سے مدعو کئے گئے تھے کیا انقلاب ہے کہ اس بھرے دربار میں خاندان رسالت مثل غلامان حبش و کنیزان ترک و دیلم کے پیش کئے گئے تھے خود حضرت سید سجاد ارشاد فرماتے ہیں۔

اقاد ذلیلا فی الدمشق کانّنی۔ من الزنج عبد غاب عنہ نصیر

اسی دربار میں طشت طلا میں حضرت حسینؑ مظلوم کا سر یزید شقی کے سامنے پیش کیا گیا اسوقت یہ بدبخت اپنے ندماء کے ساتھ بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا تھا۔ اور شراب کے نشہ میں یہ شعر گا رہا تھا۔ ادر کاساً وناولھا۔ الا یا ایھا الساقی اور ساتھ ہی ساتھ فرق مبارک کے ساتھ چھڑی سے بے ادبی بھی کرتا جاتا تھا اور اپنی بے دینی کا اظہار اس شعر کو پڑھ کر کر رہا تھا۔

لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

(یعنی معاذ اللہ حضرت محمدؐ نے حکومت کیلئے نبوت کا ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا اور نہ وحی آئی)

دربار میں جناب زینبؑ نے ایک اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی طرح جناب سید سجادؑ نے ایسی تقریریں فرمائیں جس نے شامیوں کی نگاہوں سے باطل کے پردے چاک کر دیئے اب یزید ایسے ظالم اور جابر کے دربار میں ابوبرزہ اسلمی اور سمرہ بن جنادہ بن جندب ایسے مکرو رغلاب کے صحابیوں میں بھی یہ جرأت پیدا ہو گئی کہ بر سر دربار یزید کو ٹوک دیں (الطبری) خاندان اموی کا مشہور شخص یحییٰ ابن حکم (مروان کا بھائی) ان حالات سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اپنی بیزاری کا اعلان کر کے حسین مظلوم کا مرثیہ کہتا ہے اور یزید کو خاموشی کے ساتھ سننا پڑتا ہے (الطبری)

اسکے باوجود بھی یہ یزید کی انتہائی شقاوت تھی کہ خاندان رسالت کو اس نے ایک مدت تک مقید رکھا۔ قید شام ہی میں حسین مظلوم کی بچی اپنے باپ کی یاد میں انتقال بھی کر جاتی ہے (کامل البھائی باب ۲۵) حتیٰ کہ ایک روایت کی بنا پر جناب ام کلثوم بھی اسی زمانہ میں دمشق میں انتقال فرماتی ہیں (کامل البھائی باب ۲۸)

اس زمانہ میں حسین مظلوم کا فرق مبارک مسجد دمشق کے دروازے پر جو باب جیرون کے نام سے مشہور تھا ایک مدت تک نصب رہا جہاں کبھی حضرت یحییٰ کا سر لٹکایا جا چکا تھا (تقویم البلدان، اسمٰعیل بن ملک مؤید الدین صاحب حماۃ، وکتاب المسالک الممالک محمد بن حوقل بغدادی) یہی وہ باب جیرون ہے جس کے متعلق یزید پلید کا یہ شعر مشہور ہے ؎

لما بدت تلک الرؤس فاشرقت ۔ تلک الشموس علی ربی جیرون

(۷)

جس زمانہ میں اہلبیت رسول قید شام میں تھے مملکت یزید میں انقلابی آثار پیدا ہو رہے تھے، اب اس نے خیال کیا کہ اس انقلاب کو روکنے کے لئے اہلبیت رسول کو رہا کر دینا چاہیئے بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ مروان نے یزید سے کہا تھا کہ ملک میں جو بے چینی پھیلی ہوئی ہے اسکو دبانے کیلئے اہلبیت کو رہا کر دیا جانا ضروری ہے۔ ورنہ سلطنت تباہ ہو جائیگی۔ بہر کیف جو کچھ بھی ہوا ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ یزید پلید نے اپنی سلطنت کو بچانے کے لئے اسیران بلا کو رہا کر دیا اور عرصہ کے بعد یہ وطن آوارہ، مدینہ میں قبر رسول سے لپٹ کر فریاد کرتے ہوئے نظر آئے لیکن حسینؑ کے فرق مبارک کے متعلق آج تک تاریخ یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ وہ کہاں دفن کیا گیا، وہ فرق مطہر جو شہر بشہر پھرایا گیا۔ جو درباروں میں نذر کی حیثیت سے پیش کیا گیا، جو کبھی تنور میں رکھا گیا اور کبھی درختوں، مسجدوں کے مناروں اور شہر کے پھاٹکوں پر لٹکایا گیا، آج اس کے متعلق اسلامی مورخ مختلف اقوال پیش کرتے ہیں۔ ابن بکار اور علامہ ہمدانی کا قول ہے کہ مدینہ میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا (تذکرہ خواص الامۃ، بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ایک مدت کے بعد یہ فرق مبارک اموی خزانہ میں پایا گیا جس کو شہر دمشق کے باب الفرادیس میں دفن کیا گیا (تاریخ البلاذری واخبار الدول واثار الاول علامہ ابی العباس احمد الدمشقی)

بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرتؑ کا فرق مبارک جو دمشق کے باب الفرادیس میں جمع کیا گیا تھا اس کو خلفائے مصر نے ابتداء میں شہر عسقلان میں منتقل کر دیا تھا۔ اسکے بعد عسقلان سے نکال کر مصر میں لیجا کر قاہرہ میں دفن کیا گیا اور اس پر ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی جو مشہد راس الحسینؑ کے نام سے مشہور ہے (الخطط والاثار علامہ مقریزی، ولواقح الانوار علامہ شعرانی) لیکن علامہ عبداللہ بن عمر الوراق اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ یزید پلید نے حضرت کے سر اطہر کو عثمان کے سر کے عوض میں آل ابی معیط کے پاس بھیج دیا تھا جو دریائے فرات کے کنارے شہر رقہ میں رہتے تھے جس کو ان لوگوں نے دفن کر دیا تھا۔ بعد میں اسی مقام پر مسجد تعمیر کی گئی لیکن باوجود ان اختلافات کے جمہور شیعہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اس امر پر متفق ہیں کہ فرق مبارک جسم اطہر کے ساتھ کربلا میں دفن ہوا۔

یہی مسلک اہلسنت کے اکثر علماء ربانیین کا بھی ہے۔
قال المناوی فی طبقاتہ ذکر لی بعض اهل الکشف انہ
حصل لہ اطلاع علی انہ دفن مع الجثۃ بکربلاء۔
(نور الابصار علامہ شبلنجی ص ۱۳۲ طبع مصر)
علامہ مناوی کتاب طبقات میں کہتے ہیں کہ اکثر اہل کشف
وشہود نے ان سے یہ بیان کیا کہ ان کو اس کا علم ہے کہ فرق
مبارک امام حسین کربلا میں جسد اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

واقعہ کربلا کے بعد یزید اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں
ہوا شہادت حسینی اس کی حکومت وسلطنت ہی کے لئے
صرف تباہی کا سبب نہیں ہوئی بلکہ خاندان اموی کیا تھ
ساتھ اموی پالیسی کا بھی خاتمہ ہوگیا، معاویہ بن سفیان نے
جو پالیسی اپنے خاندان کے عروج اور اسلام کی تباہی کیلئے
اختیار کی تھی وہ اُس کے عہد میں ایک پوشیدہ سازش
تھی لیکن اس کے بیٹے یزید نے اس کو طشت از بام کردیا
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود یزید اس واقعہ ہائلہ کے بعد صرف
ڈھائی برس تک برائے نام حکومت کرسکا۔ یہ مدت
بھی وہ ہے جس میں اس کو ایک لمحہ بھی چین وآرام نہ مل سکا
شام حجاز وعراق کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جہاں یزید کی غلامی
کے قلادے کو اتار ڈالنے کی کوشش نہ کی گئی ہو، اور بغاوتیں
نہ ہوئی ہوں، مکہ میں عبداللہ بن الزبیر نے واقعات کربلا سے
فائدہ حاصل کیا، انہوں نے اس واقعہ کو بیان کرکے خود
اپنے لئے ایک مستقل حکومت قائم کی (طبری) مدینہ
میں تمام لوگوں نے نکث بیعت کیا اور یزید کو قابل خلافت
نہ سمجھا (طبری) شروع شروع میں تو یزید نے شہادت
حسینی سے انتہائی مسرت شادمانی کا اظہار کیا لیکن بعد کو
آنیوالے انقلابات نے جو واقعہ کربلا کے نتائج تھے چونکہ
اور حالات نے اس کو مجبور کردیا کہ وہ آنیوالی اموی تباہی
اور باپ کی پالیسی کی بربادی پر کف افسوس ملتا ہے اسی
بناء پر نہایت حسرت کیساتھ وہ یہ کہا کرتا تھا۔

فبغضنی بقتلہ الی المسلمین وزرع فی قلوبهم العداوۃ
فبغضنی البر والفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسینا
مالی ولابن مرجانہ لعنۃ اللہ علیہ۔ الطبری جزء ثانی
حصہ ثانیہ ص ۲۶ طبع لیڈن، ہائے حسین کے قتل کرا دینے
میں مسلمانوں میں قابل نفرت ومبغوض ہوگیا۔ اب لوگوں کے
دلوں میں میری عداوت نے جڑ پکڑ لی اب تو مجھ کو ہر
نیکوکار اور بدکار دونوں دشمن رکھتے ہیں۔ ہائے ابن مرجانہ
(ابن زیاد) نے کیا کیا خدا اس پر لعنت کرے۔
اسی حسرت وبدنامی کے ساتھ یزید کا خاتمہ ہوگیا صرف
اُسی کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اسکی نسل سے وہ حکومت بھی جاتی
رہی جس کو کہ اس کے باپ نے حضرت علی سے جنگ کرکے
اور امام حسن کو زہر دے کر حاصل کی تھی (ابو الفدا) اور یہ چاہا
تھا کہ خلافت اسکی میراث ہوکر نسلاً بعد نسل اسکی اولاد در نسل
میں قائم رہے۔ یہی نہیں ہوا بلکہ حسین کی کامیابی اس طرح
ہوئی کہ یزید کے بیٹے معاویہ نے تمام مسلمانوں کے سامنے
علی اور اولاد علی کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے ان تمام جرائم
کی نقاب کشائی کردی جس کا ارتکاب اسکے باپ اور دادا نے کیا تھا
انہ لما ولی صعد المنبر فقال ان هذہ الخلافۃ حبل اللہ
وان جدی معاویۃ نازع الامر اهلہ ومن هو احق بہ منہ
علی بن ابی طالب ورکب بکم ما تعلمون حتی اتتہ منیتہ فصار
فی قبرہ رهینا بذنوبہ ثم قلد ابی الامر وکان غیر اهل لہ
ونازع ابن بنت رسول اللہ صلعم فقصف عمرہ و
انبتر عقبہ وصار فی قبرہ رهینا بذنوبہ ثم بکی وقال
ان من اعظم الامور علینا علمنا بسوء مصرعہ وبئس
منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلعم واباح الخمر
وخرب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اتقلد
مرارتہا فشانکم امرکم واللہ لئن کانت الدنیا خیراً
فقد نلنا منہا حظاً ولئن کانت شراً فکفی ذریۃ ابی
سفیان ما اصابوا منہا۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۳۴
طبع میمنیہ مصر)

یہ خلافت حبل اللہ (خدا کی رسی) ہے میرے دادا معاویہ نے
اس امر میں حقدار منصب خلافت حضرت علی سے مخاصمت و
جنگ کی اور وہ معاویہؓ اس سلسلہ میں مرتکب ہوئے ایسے
جرائم کے جس کو تم سب جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے ان کو ہلاک
کیا اور وہ قبر میں اپنی گناہوں کے پاداش میں گرفتار ہوئے ان
کے بعد میرے باپ یزید نے امر حکومت کو حاصل کیا حالانکہ
وہ بھی اس کے اہل نہ تھے اور اس معاملہ میں انہوں نے نواسۂ
رسول صلعم سے مخالفت و جنگ کی، انجام کار میرے باپ کو
بھی موت نے آگھیرا اور انکی سلسلہ نسل کٹ گئی یہ بھی قبر میں
جا کر اپنے گناہوں کی پاداش میں گرفتار ہوئے (یہ کہکر رونا شروع
کیا اس کے بعد سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا) افسوس
سب سے بڑا امر میرے لئے یہ ہے کہ میں ان کی بُری موت اور بُری
بازگشت کا علم رکھتا ہوں۔ ہائے انہوں نے دنیا کے لئے عترت
رسول کو قتل کیا، شراب کو جائز کیا اور کعبہ کو برباد و خراب کیا
لیکن پھر بھی وہ خلافت و حکومت کے مزے کو نہ چکھ سکے
تو کیا اب میں ہی رہ گیا ہوں جو اس کی تلخی کو چکھوں تم اس امر میں
جو چاہے کرو۔ مجھ کو حکومت کی ضرورت نہیں بخدا اگر دنیا خیر
ہے تو اس سے ہم لطف اندوز ہو چکے اور اگر شر ہے تو بس
اب اولاد ابو سفیان نے جو کچھ برائی حاصل کی ہے وہ بہت کافی ہے

" یہ ہے حسینی سیاست کی کامیابی اور اموی حکومت کی شکست"

شہادت حسینی نے کمزوروں کو اُبھارا اور ان میں ایسی
جرأت پیدا کر دی کہ وہ کسی جابر و ظالم حکومت کے سامنے
اپنے سر کو نہ جھکائیں، چنانچہ یزید بن معاویہ اور اس کے حق گو
بیٹے معاویہ بن یزید کے مرنے کی خبر جب عبید اللہ بن زیاد
کو ملی جو اس زمانہ میں بصرہ کا گورنر تھا۔ اس نے مسجد بصرہ میں
اہل بصرہ کے سامنے ایک تقریر کی اور یہ چاہا کہ اب وہ خود مسلمانوں
کا امیر ہو جائے۔ اہل بصرہ نے ابن زیاد کو "امیر المسلمین" کی حیثیت
سے تسلیم کر لیا۔ اس وقت ابن زیاد نے اپنے ماتحت عمرو بن
حریث الخزاعی حاکم کوفہ کو یہ لکھا کہ "ان یا ما اهل الکوفة
بما دخل اهل البصرة"۔ اہل کوفہ کو اس پر مجبور کرو کہ بصرہ
والوں نے جس کو امیر تسلیم کیا ہے یہ بھی اس کو اپنا امیر مانیں
کوفہ میں جب اس کی تحریک شروع کی گئی تو یزید بن رویم شیبانی،
نے اس کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ " لاحاجة لنا فی بنی امیة
ولا فی امارة ابن مرجانة انما البیعة لاهل الحجاز"
امارت اسلامی کیلئے ہم کو بنی امیہ کی حاجت نہیں ہے اور نہ
ہم کو ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) کی حکومت کی ضرورت ہے
بیعت اہل حجاز کی ہونی چاہیئے اس کا اثر یہ ہوا کہ:-

فخلع اهل الکوفة ولایة بنی امیة وامارة ابن زیاد و
ارادوا ان ینصبوا لهم امیرا الی ان ینظروا فی امرهم فقال
جماعة عمر بن سعد بن ابی وقاص یصلح لها فلما هموا بتا
میره اقبل نساء من همدان وغیرهم من نساء کهلان
والانصار وربیعة والنخع حتی دخلن المسجد الجامع
صارخات باکیات معولات یندبن الحسین ویقلن
اما رضی عمر بن سعد بقتل الحسین حتی اراد ان (تاریخ
مروج الذهب مسعودی جلد ۲ صـ ۱۰۶ طبع مصر)

بنی امیہ کی خلافت اور ابن زیاد کی حکومت سے اہل کوفہ
نے انکار کیا اور اپنا امیر وہ خود منتخب کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے
ایک گروہ نے یہ کہا کہ عمر بن سعد امارت کے لئے سزاوار ہے
قریب تھا کہ کوفہ والے اس کو اپنا امیر بنا لیتے مگر دفعۃً قبائل
ہمدان، الکہلان، الضار، ربیعہ و نخع کی عورتیں امام حسین پر
نوحہ ماتم اور گریہ و زاری کرتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئیں اور یہ
کہنے لگیں کہ کیا عمر بن سعد امام حسین کو شہید کر کے ابھی راضی
نہیں ہوا جو اب یہ چاہتا ہے کہ ہمارے اوپر امیر بن جائے یہ
سننا تھا کہ تمام لوگ رونے لگے اور عمر بن سعد کو امیر بنانے
سے باز آئے۔

یہ حسین کی قربانی کا اثر تھا کہ جس نے عورتوں تک میں
حریت کے جذبہ کو پیدا کر دیا تھا ؎

شہید ظلم کلیجے ہلا دیئے تو نے
حسین درد کے دریا بہا دیئے تو نے
ہر ایک ذرہ ہے جس میں اک تڑپ بھر دی
دماغ وضع کئے دل بنا دیئے تو نے

آج پورے تیرہ سو برس ہو گئے "حسین" کی عظمت و حکومت بلا تفریق مذہب و ملت تمام انسانوں کے دلوں میں موجود ہے برخلاف یزید کے کہ اس کا نام ہی تمام برائیوں کا مظہر ہو گیا ہے، تاریخ کا یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے کہ جس یزید نے مرتے وقت بارہ بیٹے اپنے بعد چھوڑے (طبری جز ثانی جلد ثانیہ صفحہ ۲۸۰) آج اس کی نسل کا ایک متنفس بھی نہیں پایا جاتا۔ لیکن حسین مظلوم جس کی نسل کو قطع کرنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا صرف ایک بیمار بیٹا بچ گیا تھا، جس کو روز عاشورا اشقیا نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ چند لمحوں کے بعد اس مریض کو خود ہی موت سے دوچار ہونا ہے چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ (طبری جز ثانی جلد ثانیہ ص ۳۶۷) جس کے قتل کا ارادہ ابن زیاد نے کوفہ میں کیا (طبری جز ثانی جلد ثانیہ ص ۳۰) اور دمشق میں یزید نے قتل کرنے کا حکم دیا آج اسی کی نسل دنیا کے ہر گوشہ میں موجود ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر نسل حسینی کی روحانی حکومت کا سکہ بیٹھا ہوا، صرف روحانی ہی حکومت نہیں بلکہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو قائم کرنے والے بھی نسل حسین سے رہے ہیں اور آج بھی ان کی حکومتوں کے اثرات باقی ہیں۔

اب بتلانے والے بتلائیں کہ فاتح کون یزیدؔ یا حسینؑ۔!

یہ حق کی فتح مبارک شہید کرب و بلا
کہ تیری خاک پہ سجدے کرائے جاتے ہیں

یزید کی حمایت و مدح سرائی

رسالہ مولوی کا شہید نمبر

(از حضرت بیباک ؔدہلی)

یہ رسالہ مولوی عبد الحمید خاں صاحب کی ادارت سے محرم ۱۳۶۰ھ کی یادگار میں نکلا ہے آج میری نگاہ سے گزرا اس میں شک نہیں کہ مدیر موصوف نے اپنے خیال کے تحت میں جو کوشش مجلسوں کے عنوان سے کی ہے اور بنی امیہ و بنی ہاشم کے تمام اہم واقعات کا سطحی خاکہ تاریخ اسلام سے ناواقف طبقہ کے سکون و اطمینان کیلئے کھینچا ہے کافی ہے اور معاویہ و یزید جیسے اسلام سوز مذہب کش بادشاہوں کی طرف سے خوش اعتقاد بنانے کیلئے ضرورت سے زیادہ وزنی ہے کیونکہ انہیں اسکا کیا علم کہ استیعاب ابن عبد البر و کتاب الاوائل سیوطی و دیگر مستند کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ "معاویہ اور انکے والد ابو سفیان تالیف قلوب کے ذریعہ اسلام لائے معاویہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ظلم سے قتل کیا، حجر ابن عدی کندی پر بے پناہ ظلم کئے، عمر بن حمق الخزاعی کو قتل کرایا اور ایسے تمام شخصوں پر ظلم کا دروازہ کھولا جو اُمت محمدیہ میں پرہیزگار و عبادت گزار شمار ہوتے تھے اور ظلم کو بدعت سمجھتے تھے، معاویہ وہ اول شخص ہیں جنہوں نے نماز صبح میں قنوت کا پڑھنا ترک کیا، معاویہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافت رسول کے پردے میں خلاف حکم اسلام شاہان قیصر و کسریٰ کی طرح دربار آراستہ کر کے ایسے ایسے فرامین ملک میں جاری کئے کہ ملک کا ملک چلا اٹھا اور آج بھی وہ حکم نامہ موجود ہے جو زیاد بن سمیہ کو بھیجا گیا تھا اور آج بھی ان ریشہ دوانیوں کا کافی عنصر موجود ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام کے قتل کے معاملہ میں کی گئی تھیں۔

ہم مولانا کی اس محنت و کوشش کی داد دیتے ہیں کہ مولانا اس بات کو روز روشن کی طرح جانتے تھے کہ علیؑ ابن ابیطالب حق پر تھے جناب امام حسن علیہ السلام کا احتجاج

بیجا نہ تھا، رسول محترم نے صاف فرما دیا تھا کہ مجھے
تمہاری غریبی سے نہیں تمہاری دولت مندی سے اندیشہ
ہے معاویہ اس ابو سفیان کا فرزند ہے جو رسول کریم و
فرزندان توحید کی مخالفت عظیم کی مخالفانہ تحریک کا قائد اعظم
تھا اور ابو سفیان ہی نے سرداری منصب حاصل کر کے
ہر طرف ایک قیامت برپا کر دی تھی۔ جنگ بدر میں اسی
کی بی بی نے اپنے غلام وحشی سے حضرت حمزہ کو قتل
کرایا اور ان کا جگر نکال کر کچا چبا گئی۔ حضور نبی کریم کا بھی دندان
مبارک شہید ہوا وغیرہ پھر بھی معاویہ و یزید کی مدح سرائی
ایسا چبا چبا کر کی ہے کہ ان کی انتھک کوششوں پر پردہ
پڑ گیا ہے جو انہوں نے اسلام کے فنا و برباد کرنے کے
لئے کی ہیں اور جن کے بچانے و قائم و برقرار رکھنے کے لئے
بحکم خدا و رسول اہلبیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام نے
زمانہ حیات رسول ہی سے جانیں لڑا دیں جس کی آخری
دردناک غم سوز کڑی اسلامی تاریخ میں حسینی شہادت ہے
جس کی یادگار آج تیرہ سو برس پورے ہونے کے بعد بھی
ہم منا رہے ہیں اور دنیا کے سامنے یزیدی مسلمانوں کا
کارنامہ پیش کر رہے ہیں۔

لطف تو یہ ہے کہ موصوف نے یزید کی ولیعہدی
کی اس بیعت کو جس میں معاویہ نے جان توڑ کوشش کی
عبدالرحمٰن ابن خالد کو طبیب سے مل کر زہر دلایا مغیرہ ابن شعبہ
کا استعفا نامنظور کیا۔ یزید کو حج بیت اللہ کے ارادے مکہ
روانہ کیا۔ انعام و بخشش سے کام لینے کی تاکید کی۔ عبداللہ
ابن زبیر کو مکہ سے دمشق بلایا، پھر خود مدینہ گیا۔ سرآوردہ
لوگوں سے ملا۔ تخویف و تہدید سے کام لیا لالچ دلایا انعام
واکرام کا وعدہ کیا اور عائشہ کو مخالف پاکر ان کا کام تمام
کر دیا۔ عراق کی تمام سلطنت میں ایک آفت مچادی وغیرہ
صرف یہ لکھ کر ٹال دیا کہ "آپ کے تصور میں نہ تھا کہ یزید کو
ولیعہد مقرر کیا جائے۔ یہ سجھائی مغیرہ بن شعبہ نے" کاش
مولانا اس واقعہ کو بھی اس نگاہ سے دیکھتے جس نگاہ سے
حدیث قرطاس ایسی مستند حدیث کو دیکھا ہے تو شاید ہم
انہیں دیانتدار کہہ دیتے مگر سب سے بڑا ظلم تو مولانا نے تاریخ
کے ساتھ یہ کیا ہے کہ مجلس ہم میں یزید بدنہاد کی اخلاقی حالت
کا وہ خاکہ کھینچ دیا ہے جسے بجز ان کی ناانصاف پسند طبیعت
کی پیداوار کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ

"یزید کے متعلق آج کچھ کہہ لیا جائے مگر پھر ایک
گرامی قدر صحابی کا بیٹا تھا اور اس کا شمار تابعین میں ہے
صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند مزاج کا بھی بُرا نہ تھا، شائستہ
اوصاف بھی اس کے اندر موجود تھے۔ اتنی بات ضرور
تھی کہ عیش و تنعم میں پرورش پائی تھی مزاج لاابالیانہ ہو گیا
تھا۔ سیر و شکار کا بہت زیادہ شوق تھا۔ گردوپیش لہو
ہجوم رہتا تھا۔ عاقبت بینی کا مادہ نہ تھا"

اب جناب مولانا سے کون کہے کہ جناب بندہ
"ابلیس بھی ایک فرشتہ مقرب بارگاہ الٰہی تھا۔ قربت
قدوسیت سے ممتاز تھا عبادت کی حد کر دی تھی کوئی جگہ
بھی سجدہ الٰہیہ سے خالی نہ چھوڑی تھی۔ مزاج بھی عالیانہ تھا
معرفت الٰہی کے اوصاف بھی اس کے اندر موجود تھے اتنی
بات ضرور تھی کہ اس نے سوچ لیا تھا کہ جس پیشانی کو میں نے
خدا کے سامنے جھکایا اسکو اس خاکی پتلے کے سامنے میں
نے اگر جھکا دیا تو پھر خدا کے سامنے کیا جھکاؤں گا۔ اس نے
عاقبت بینی سے کام نہ لیا۔ پھر راندہ درگاہ الٰہی کیوں ہوا
اور قیامت تک کیلئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق کیوں
ڈالا گیا یا حضرت نوح کے بیٹے کے متعلق آج کچھ کہہ لیا جائے
مگر پھر ایک اولوالعزم نبی کا بیٹا تھا۔ گرامی قدر صحابی ہونے
کی سعادت اسے خود حاصل تھی اور اس کا تعارف حضرت
نوح جیسے نبی نے من اھلی کہکر رب العزت عز اسمہ
سے کرایا تھا۔ اتنی بات ضرور تھی کہ نوح جیسے نبی کی آغوش
عیش تنعم میں پرورش پاکر مزاج ضدی ہو گیا تھا۔ طوفان
کے موقع پر نوح کی بات ٹالدی۔ عاقبت بینی کا مادہ نہ تھا
پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ معذب بعذاب الٰہی کیوں ہوا اور

جناب نوحؑ کو لیس من اھلک کا جواب رب العزت عزّ اسمہٗ کی طرف سے کیوں ملا۔

غرض مولانا نے اس قسم کی یزید کی مدح سرائیوں سے ریت کی دیوار اٹھا کر اپنے جاہل و بے علم طبقہ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یزید بد نہاد حسین علیہ السلام کے شہادت کے معاملہ میں بالکل بے قصور ہے اس کے حکم میں ایسے اقدام کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ نہ اس کا ارادہ ایسے مظالم کا تھا یہ سب درباریوں کے گمراہ کن مشورہ و مروان ابن زیاد کی نسلی عداوتوں کا مظاہرہ تھا جس کے ثبوت میں آپ الحرم دمشق میں پہنچنے کے بعد یزید کی ہمدردی کا خاکہ یوں کھینچتے ہیں کہ " یہاں ابھی تک کوئی اطلاع نہ تھی کہ مردود ابن زیاد نے نہایت عجلت کے ساتھ اپنا کام ختم کیا تھا۔ شہر میں ایک کہرام مچ گیا۔ محل میں ماتم برپا ہو گیا۔ یزید کو بھی اس حادثہ کا بہت افسوس ہوا اور اپنے محافظ دستہ کے سردار سے کہا کہ میں نے کمبخت ابن زیاد کو کب یہ حکم دیا تھا اگر میں وہاں ہوتا تو ہرگز یہ نہ ہونے دیتا اور واقعی سب کچھ اس کی لاعلمی میں ہوا تھا اس نے بڑی ڈانٹ بتائی سب نادم ہو کر رہ گئے پھر یزید نے انہیں انتہائی عزت واحترام کے ساتھ رکھا اور ہر قسم کی آسائشیں مہیا کر دیں۔ حضرت سید سجادؑ کو دونوں وقت ساتھ کھانا کھلاتا تھا اس کے بعد نہایت عزت و احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دیا اور اصرار سے کہدیا کہ جو ضرورت بھی ہو مجھے لکھنا۔ تمام خواتین یزید کے سلوک کی ممنون تھیں۔ حضرت سید سجادؑ بھی ممنونیت کے ساتھ یاد کرتے رہے "۔

جسے دیکھ کر مجھے یہ کہنے کا تو حق نہیں ہے کہ مولانا نے یزید کی حمایت و جنبہ داری میں کیوں اسقدر ان تاریخی واقعات سے چشم پوشی کی ہے جو مثل آفتاب آج تیرہ سو برس سے چمکتے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے جالود دنیا میں پائے جاتے ہیں جنہیں آفتاب کی روشنی میں بھی نظر نہیں آتا لیکن میرا فرض یہ ضرور ہے کہ میں اپنے ان بھائیوں کیلئے جن کے ہاتھوں میں میری طرح رسالہ مولوی پہنچ جائے اور شاید وہ اس طرح کی تحریر سے گھبرا اٹھیں مستند تاریخوں کے حوالہ جات سے یزید بد نہاد کی اخلاقی حالت اسکی لاعلمی اور اس کے اس احسان کو جو اس نے دمشق میں الحرم کے ساتھ کئے ہیں مختصراً پیش کروں۔ چنانچہ سب سے پہلے یزید کی اخلاقی حالت کے متعلق یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یزید بد نہاد کی اخلاقی حالت ایسی انسانیت سے گری ہوئی ذلیل اور گھناؤنی ہے کہ جس کے اثر سے متاثر ہو کر خواجہ حسن نظامی صاحب ایسے عالم نے "طمانچہ بر رخسار یزید" نامی رسالہ لکھا جو کہ اس دہلی سے شائع ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچ چکا ہے جہاں سے آج رسالہ مولوی کی تدوین ہوتی ہے اور بحمد اللہ خواجہ صاحب موصوف کا سایہ ابھی مسلمانوں کے سر پر موجود ہے (خدا اس سایہ کو تادیر قائم رکھے) پس جسے یزید کی اخلاقی حالت کے ذلیل سمجھنے میں پس و پیش ہو وہ اس رسالہ کو دیکھ لے یا خواجہ صاحب موصوف کی زبان سے سن لے یا مولانا عبد الحلیم شررؔ نے یزید کو جو کند اخلاق، ناہموار فطرت شقی اور تلخ و خشن لکھا ہے دیکھ لے۔

۲۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یزید ایک ایسا شخص تھا جو محرمات یعنی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتا تھا۔

۳۔ علامہ اسفرائینی کتاب نور العین میں رقم طراز ہیں کہ "یزید نے جب اپنے باپ کے مرنے کا سوگ اتارا اور خوشیاں منائیں تو سب سے پہلے شراب کا دور چلا عیش و عشرت کے مزے لوٹے گئے خلاف اصول اسلام عزیز و اقارب کو خوب کھلانا پلانا شروع ہوا مگر حسین کے ساتھ ان کے اہلبیت کیساتھ جو کچھ اس کے باپ نے وصیت کی تھی قطعی نہیں کیا۔

۴۔ مستند تاریخوں کا مخلص جناب علامہ مولانا مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامون پوری کے لفظوں میں یہ ہے کہ:۔

" سرمایہ داری کا بھوت یزید کے سر پر سوار تھا۔ علانیہ فسق و فجور اس کا آسمان و زمین، شہوت پرستی و ہوس رانی کی دین و دنیا، وہ نہ کسی اخلاقی مسلک کا قائل تھا نہ معاشرتی مسلک کا۔ وہ ماں۔ بہن۔ بیوی۔ اور دلنواز محبوبہ میں کوئی فرق نہیں کرتا تھا۔ یزید نے عوام سے بے خوف ہو کر یا شراب کے نشہ میں چور ہو کر اپنے ایک ایک خیال کو ظاہر کر دیا اس کی زبان سے اکثر یہ شعر سنا گیا ؎

لعبت بنی ہاشم بالملک فلا۔ ملا جاء و لا وحی نزل

یعنی بنی ہاشم حکومت کا ایک کھیل کھیلے تھے۔ کیسا فرشتہ اور کیسی وحی۔

اور نماز و شراب کا موازنہ کرتے ہوئے اس نے ایک شعر میں کہا

کما قال ربک ویل للذی شربوا ۔ بل قال ربک ویل للمصلین

یعنی خدا نے شراب خواروں کو عذاب سے نہیں ڈرایا بلکہ قرآن میں نماز گذاروں کو " ویل للمصلین " کہا ہے۔ اس نے کربلا کی جنگ کے متعلق مقصد جنگ کو بتاتے ہوئے اپنے سرمایہ دارانہ نقطہ نظر کو بھی یوں بے نقاب کیا ہے کہ حسین نے عوام کو ان کے حقوق سے آگاہ کر کے ہماری بلند عمارتوں اور آرائش و آسائش کے سامانوں کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ اسلئے ہمیں اپنے اقتدار اور اپنی دولت کو قائم رکھنے کے لئے جنگ کرنی پڑی۔

۵۔ مستند تاریخوں میں اسکی فہرست مظالم کا ایک جز یہ بھی ملتا ہے کہ جب مدینہ پر فوج کشی کی گئی تو اس کے لشکر نے تین سو کنواری لڑکیوں سے زنا کی۔ سات سو قاری قرآن تین سو اصحاب رسول قتل کئے گئے کئی روز تک مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی اور وہ معطل پڑی رہی یہاں تک کہ اس میں کتے و درندے داخل ہوئے اور کتوں نے منبر رسول پر پیشاب کیا۔ جس سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ از روئے اخلاق و عبادت (صوم و صلوٰۃ) یزید کتنے پانی میں تھا۔

یزید کی لاعلمی ۔ تاریخ ابوالحسن مدائنی، سیرت ابن ہاشم کلبی، ابن اثیر صاحب تاریخ کامل، ابوجعفر طبری، ابومخنف اور ابو اسحٰق اسفرائینی سبھی لکھتے ہیں کہ یزید نے کھلے کھلے طور پر ولید حاکم مدینہ کے پاس یہ حکم بھیجا تھا کہ اگر حسین بیعت سے انکار کریں تو گردن ان کی مار دے اور سر ان کا میرے پاس بھیجدے۔

۲۔ حبیب السیر میں ہے کہ یزید جب کوفہ کے حالات سے مطلع ہوا تو اس نے وزیر سرجون رومی سے مشورہ کیا اور عبداللہ ابن زیاد کو بصرہ سے کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا اور صاف لکھا کہ حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کر دو اور ان کا سر دمشق بھیجدو۔

۳۔ پھر ابوالحسن اسفرائینی لکھتے ہیں کہ یزید نے اپنے دوسرے خط میں ابن زیاد کے جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارے شیرانہ حملے کے حالات سنے اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے مع اہل و عیال روانہ ہو چکے ہیں اور عراق کا قصد کیا ہے تو تم جاؤ اور ان کا راستہ بند کر دو۔ انہیں آرام نہ لینے دو۔ سامان سفر کی ان کے لئے تنگی کرو اور اس وقت تک چین نہ لو جب تک کہ میرے پاس سر نہ بھیجدو۔

دمشق میں الحرم پر یزید کے احسان کا نمونہ

۱۔ حبیب السیر میں ہے کہ دمشق پہنچکر سرہائے شہداء اور امام زین العابدین اور مخدرات اہلبیت کو یزید کے دربار میں لے گئے تو اس مردود نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگایا حسب روایت تاریخ کامل لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے امام حسین علیہ السلام کے دانتوں پر چھڑی لگانے لگا یہ دیکھ کر ابو برزہ اسلمی نے کہا کہ اے یزید اپنی چھڑی کو ان دانتوں سے ہٹا لے میں نے بارہا رسول اللہ کو انہیں چوستے ہوئے دیکھا۔ سُن اے یزید جب روز قیامت میدان حشر میں تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور حسین کے شفیع ان کے جد امجد محمد مصطفےٰ صلعم ہوں گے۔

۲۔ وسیلۃ النجات میں ہے کہ یزید نے امام حسینؑ کے سر کو چھڑی سے چھیڑ کر چند شعر پڑھے جن کا حاصل

مقصود یہ ہے کہ کاش آج میرے وہ بزرگوار جو
جنگ بدر وغیرہ میں مارے گئے موجود ہوتے تو خوش
ہو کر مجھے داد دیتے کہ میں نے کیسا انتقام لیا اور سادات
بنی ہاشم کو قتل کیا۔ بیشک میں عتبہ کی نسل میں شمار نہ
ہوتا اگر آل احمدؐ سے ان باتوں کا جو احمدؐ کر گئے ہیں
بدلا نہ لیتا درحقیقت بنی ہاشم نے ملک گیری کے
ڈھکوسلے نکالے تھے ورنہ ان کے پاس نہ کوئی فرشتہ
آیا نہ وحی نازل ہوئی۔

۳۔ روضۃ الاحباب میں جناب زینب علیہا
مقامہٗ کی وہ فریاد بھی لکھی ہے جو آپ نے بھائی کے
سر کو طشت میں دیکھ کر یزید سے کی تھی اور فرمایا تھا
کہ تو نے اپنی عورتوں کو تو پردے میں رکھا اور دختران
محمد مصطفےٰ کو بھرے دربار میں بے مقنعہ و چادر
رسن بستہ بلایا۔

۴۔ ابو اسحٰق اسفرائینی۔ اس واقعہ کو بھی لکھتے ہیں
جو ابن راس جالوت یہودی نے جناب امام حسین
علیہ السلام کے سر کو طشت میں دیکھ کر پوچھا تھا کہ سر
کس کا ہے؟ اور یزید ملعون نے جواب دیا تھا کہ "راس
الحسین"، میں نے انہیں قتل کر کے خلافت چاہی
جس پر اس نے جناب داؤدؑ سے چھبیسویں پشت میں
اپنے ہونے اور جناب داؤدؑ کی امت کے احترام کرنے
کا ذکر کیا۔

علاوہ اس کے جناب امام زین العابدینؑ کا
کا وہ خطبہ جس کے کہنے کی اجازت یزید ملعون نے
اہل شام کے اصرار سے دی تھی من و عن
کتابوں میں درج ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب
یزید نے دیکھا کہ آپ کے معجز نما بیان سے عوام
کے دل متاثر ہوتے جاتے ہیں تو اس نے گھبرا کر
آپ کا کلام قطع کرنے کے لئے مؤذن سے اذان
دینے کو کہہ دیا اور مؤذن نے اذان دینی شروع کر
دی۔

پس یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ مدیر رسالہ
مولوی نے یزید بدنہاد کی اخلاقی حالت کی مدح سرائی
کہاں سے کی ہے اور اس کے واقعہ شہادت جناب
امام حسین علیہ السلام سے لاعلم ہونے کا ثبوت کس آسمانی
کتاب میں دیکھا ہے اور سب سے بڑا ظلم تو یہ کیا ہے
کہ دمشق میں اہل حرم پر یزید ملعون کا احسان جتلایا ہے
اور لکھتے ہیں کہ تمام خواتین یزید کے سلوک کی ممنون تھیں۔

افسوس! میں مولانا کی علم دانی پر حرف گیر
تو نہیں ہو سکتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ مولانا اب
وہ زمانہ نہیں رہا۔ معاویہ کی داد و دہش ختم ہو گئی
یزید کی انعام و تحریص کا زمانہ نکل گیا اب آپ کی
ایسی تحریریں بجز بدنام کرنے کے آپ کو کچھ نفع نہ
دیں گی ـــ بلکہ آپ کے ضمیر کو دین و دنیا کی طرف
سے گندہ کر کے رکھ دیں گی۔ لوگ آپ کو عالم دہلوی
کے بجائے جاہل و ناحق پسند کہیں گے۔ آپ کو
تاریخ کی روشنی میں واقعات کا جائزہ لینا مناسب
تھا۔

قطعات

پتے پتے پہ شجر کے ہے فسانہ تیرا — طائروں کی ہے زبانوں پہ ترانہ تیرا
تجھ کو گذرے ہوئے گو مدتیں گذریں اے حسینؑ — لیکن ابتک ہے زمانے میں زمانہ تیرا

نقش باطل کو زمانے سے مٹایا تو نے — پردا ظلمت کا نگاہوں سے ہٹایا تو نے
ہو کے مسرور اے شبیرؑ لہو سے اپنے — دامنِ دین کو گلرنگ بنایا تو نے

جعفری اعظم گڑھی

کربلا کا مقدس ہیرو یا شہیدوں کا بادشاہ

(مس۔ اے۔ این۔ جیفرے)

آج سے دو سال پیشتر ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبار "امرتا بازار پاتریکا کلکتہ" میں سانحہ کربلا کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا جو کہ ایک مس صاحبہ کی جنبش قلم کا نتیجہ ہے۔ اس مضمون کا ترجمہ سید حسین صاحب ساکن سری نگر نے کیا ہے۔ اگرچہ اس کے مرقومہ چند ایک واقعات سے ہمیں اتفاق نہیں۔ تاہم مضمون ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے۔ اور سانحہ کربلا کے اسباب و علل سے ناواقف افراد کے لئے ایک بہترین مجموعہ واقعات ہے۔

اس حقیقت حال جس کے تحت میں ذبح کربلا واقعہ ہوا۔ سمجھنے کیلئے بہتر ہے کہ تیسری صدی عیسوی کے واقعات دہرائے جائیں جن کی مختصر تفصیل میں بیان کروں گی۔ حجاز کے قبیلوں میں سے بڑا قبیلہ قریش تھا یہ قبیلہ فہر کی نسل سے تھا جو کہ تیسری صدی عیسوی میں زندہ تھا وہ معد بن عدنان کی نسل سے تھا جو کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے تھا۔

پانچویں صدی عیسوی میں فہر کے اولاد میں سے ایک آدمی قصی نے اپنے آپ کو مکے کا اور رفتہ رفتہ حجاز کا امیر بنا دیا۔ وہ ۴۸۰ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا عبدالدار اس کا جانشین ہوا۔ عبدالدار کی وفات پر اس کے پوتوں اور اس کے بھائی عبدالمناف کے بیٹوں میں جانشینی کے لئے جھگڑا ہوا۔ یہ جھگڑا تقسیم اختیارات پر طے ہوا۔ مکہ کی آب رسانی اور محصولات کا انتظام عبدالمناف کے بیٹے عبدالشمس کو دیا گیا۔ اور کعبہ کی تولیت مجلس مشاورت اور فوجی نشان کی سرداری عبدالدار کے پوتوں کو دیگئی۔

عبدالشمس نے اپنے اختیارات اپنے بھائی ہاشم کو دیئے۔ اور ہاشم ۵۱۰ء میں فوت ہوئے۔ ان کا جانشین ان کا بھائی مُطّلب ہوا۔ اور مُطّلب ۵۲۰ء میں فوت ہوا۔ اسکے جانشین اس کے بھتیجے اور ہاشم کے فرزند شعیبہ ہوئے جو کہ عبدالمطلب کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں

آمد آنحضرتؐ :۔ عبدالشمس کا بیرو رشک۔ ظاہر دار بیٹا امیہ جس کے باپ نے اس کو چھوڑ کر اپنے اختیارات اس کے چچا اور اپنے بھائی ہاشم کو دیئے تھے۔ ہاشمیوں کے بڑھتے ہوئے رسوخ اور مقبولیت سے حسد کرنے لگا۔ عبدالمطلب کے اعلیٰ کیریکٹر اور بزرگی جو کہ ان کو لوگوں میں حاصل تھی۔ کیوجہ سے امیہ اپنے حاسدانہ ارادوں کو عمل میں نہ لا سکا۔ عبدالمطلب کے کئی فرزند تھے جن میں سے عبدالمناف ملقب بہ ابوطالب۔ عباس۔ حمزہ۔ اور حضرت عبداللہ پدر بزرگوار جناب رسول عربی زیادہ مشہور تھے حضرت عبداللہ کا نکاح جناب آمینہ سے ہوا۔ اور قبل از وقت پچیس سال کی عمر میں انتقال فرما گئے انکی وفات کے چند یوم بعد حضرت آمینہ کے لڑکا پیدا ہوا جن کا اسم مبارک محمدؐ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا۔ اور وہ ابھی چھ سال کے ہی تھے جبکہ انکی والدہ محترمہ بھی انتقال فرما گئیں۔ اس طرح اپنے والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو کر حضرت محمدؐ اپنے جد بزرگوار عبدالمطلب کے ہاں پرورش پانے لگے۔ عبدالمطلب ۵۷۹ء میں وفات پا گئے اور حضرت محمدؐ کی پرورش حضرت ابوطالب کے سپرد کی۔ (ابوطالب) انکے بعد مکہ کی سرداری کے جانشین ہوئے۔ عبدالشمس کی اپنے بیٹے امیہ کے بدلے اپنے بھائی ہاشم کو اختیارات کی تفویض نے امیہ کے دل میں ہاشمیوں کے برخلاف ایک غیر فانی عداوت پیدا کر دی۔ جس کی وجہ سے خونریزیوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ ابتدائے اسلام

میں رونما ہوا۔ امیہ کے نسل کے ایک فرد ابوسفیان نے اشاعت اسلام میں بہت رکاوٹیں کیں۔ اور حضرت محمد کو شکست دینے اور قتل کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ بنی امیہ کی مخالفت کے باوجود حضرت محمد محکم طور سے کامیاب ہوتے چلے گئے اور اپنی وفات حسرت آیات سے پیشتر اپنے مذہب کی تکمیل اور عربوں کی انتہائی بربریت جس میں وہ گھر چکے تھے۔ بازیافت دیکھی۔

تنازعہ خلافت:۔ حضرت کے انتقال کے بعد ہی کا وقت بنی امیہ کی پرجوش سازشوں اور عداوتوں کی موجودگی نے اسلام کیلئے بہت مخدوش بنایا۔ حضرت عائشہ سچ کہتی تھیں، "جب خدا کے رسول فوت ہوئے عربوں نے ترک ایمان کیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے سر اٹھایا منافقوں نے نفاق ظاہر کیا۔ اور مسلمان موسم سرما کی سردی کی سختی میں رہ گئے۔" رائٹ آنریبل امیر علی کہتے ہیں "حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کو اکثر بار اپنا خلیفہ ظاہر کیا تھا۔ لیکن کوئی خاص قانون معین نہیں کیا تھا۔ اس سے انفرادی رشک کی وجہ سے اسلام تباہ ہوا۔ اور یہی بعد میں خاندانی لڑائیوں اور مذہب میں رخنہ اندازی کی نتیجہ خیز وجہ بن گئی۔ اگر علی امیر اسلام تسلیم کئے جاتے۔ تو یہ آفت ناک جھگڑے پیدا ہی نہ ہوتے ہوتے جن کی وجہ سے اسلامی دنیا میں اتنی خونریزی ہوئی۔" اور گبن کہتا ہے "بیشک پیدائش قرابت رسول کی وجہ علی باقی عربوں سے افضل تھے اور اسی وجہ سے وہ عرب کے خالی تخت خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ ابوطالب کا بیٹا اپنے ہی حق کی وجہ سے بنی ہاشم کا سردار اور اپنے میراثی حق کی وجہ سے مکہ اور اسکے معبدگاہ کا سرپرست تھا۔" اس لئے حضرت علی کی ہی ذات میں میراثی حق انتخاب کے اوصاف جمع تھے۔ سیڈلائیٹ کہتا ہے "خیال ہوتا تھا کہ ہر ایک ایسی

شاندار اور پاک ہستی کے سامنے جھکا ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

ہوشیار بنی امیہ انتقال آنحضرت کے بعد ہی اپنے ارادوں کو عمل میں لاتے۔ لیکن اسوقت عمر نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اگر اسی ہیبتناک انسان کیوجہ نہ ہوتی ہوتی۔ تو بنی امیوں نے آنحضرت کے بعد ہی واقعہ کربلا نصف صدی پہلے ہی عمل میں لایا ہوتا۔

اس طرح عمر کی سیاست دانی کی وجہ سے بنی امیہ کی ریشہ دوانیاں ناکام ہوئیں۔ اور ابوبکر خلیفہ چنا گیا جس نے اپنی موت پر عمر کو اپنا جانشین بنایا۔ رائٹ آنریبل امیر علی کہتے ہیں "عمر نے آسانی سے اپنے بعد علی یا اپنے بیٹے عبداللہ ملقب بہ ابن عمر کو اپنا خلیفہ بنایا ہوتا۔ لیکن اس کے چلن میں موقعہ شناسی تھی اسوجہ سے اس نے انتخاب مکہ کے چھ مشاہیر پر چھوڑ دیا۔ اپنے پیشرو کے طریقے سے ہٹ کر اس نے غلطی کی۔ جس کی وجہ سے بنی امیہ ریشہ دوانیوں کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔" بحث و مباحثہ کے بعد عثمان بن عفان منتخب کیا گیا۔ جو بنی امیہ سے تھا۔ اگرچہ بنی امیہ کے خاندان کی شاخ تھا۔ لیکن پرانے چٹان کا پتھر نہیں تھا۔ وہ فطرتاً نرم تھا۔ اور عائدشدہ فرض کے ناقابل تھا۔ وہ بنی امیہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا رہا جس وجہ سے ان کی طاقت مضبوط ہوگئی صرف مروان کے مشورے پر عمل کر کے اس نے اہم منصبوں پر بنی امیہ مقرر کئے اس طرح سے افراتفری اور جور کی حکومت ہونے لگی جو بوڑھے خلیفہ کے بے رحم قتل تک عروج کر گئی۔

بغاوت بنی امیہ:۔ عثمان کے سانحہ موت پر ابوطالب کے فرزند علی جو تمام عمر اسلام اور وجہ اسلام کے فدائی رہے جو علم و حکومت کے مالک تھے جن کو رسول باب علم کہتے تھے۔ جس سے عمر ملکی معاملات میں مشورہ لیتا تھا۔ اور جو دراصل سابقہ حکومتوں میں مجلس شوریٰ

کے معزز رکن تھے۔ ۲۴ر جون ۶۵۶ء مطابق ۲۴ر ذی الحجہ ۳۵ھ رائے عامہ سے مسند خلافت پر بیٹھائے گئے۔ اس طرح سے اسلام کی پہلی اور آخری جمہوریت بنائی گئی۔ وہ اسوقت خلیفہ بن گئے جبکہ بنی امیہ کافی طاقت حاصل کر چکے تھے۔ وہ ابتداء ہی سے بنی امیہ کی دشمنیوں میں گھر گئے۔ بحیثیت ایک نہایت ہی قابل شخصیت کے انہوں نے عثمان کے مقرر کئے ہوئے فاسد عاملوں کی معزولی کا مشکل کام شروع کیا۔ یہ بنی امیہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے لئے ایک ضرب مہلک تھا۔ اور ان کے سردار معاویہ بن ابو سفیان نے علم بغاوت بلند کیا یہ گورنر شام تھا اور بہت مالدار بن چکا تھا۔ رقہ کے مغرب صفین کے مقام پر علی اس کے مقابلے کو آئے اور سعی مصالحت کی لیکن مغرور معاویہ نے غیر ممکن شرطیں چاہیں۔ اسلئے ناگزیر ضروری ہوتا تھا تین متواتر لڑائیوں میں معاویہ کو شکست ہوئی۔ اور بھاگنے ہی کو تھا جبکہ اس کے شریک جرم عمرابن عاص کی ایک چال نے اس کو بچالیا۔ اس نے اپنے زبردست فوجیوں سے قرآن نیزوں پر اٹھوائے۔ یہ چال کامیاب ہوگئی۔ یہاں پر میں مشہور امام علامہ حسن بصری کا نظریہ کہنے کے بغیر کچھ نہ کہوں گی۔ وہ کہتے ہیں "امور مسلمین کو دو آدمیوں نے انتشار میں ڈال دیا ایک عمرالعاص جسنے معاویہ کو قرآن نیزوں پر اٹھوانے کا مشورہ دیا اور وہ اٹھائے گئے اور دوسرے مغیرہ جس نے معاویہ کو یزید کے لئے لوگوں سے بیعت لینے کی صلاح دی۔ اگر وہ وجہ نہ ہوئی ہوتی تو یوم قیامت تک اسلام میں مشاورت انتخاب قائم رہتی۔ کیونکہ معاویہ کے بعد جو خلیفہ ہوئے انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعتیں حاصل کرنے میں معاویہ کی پیروی کی۔"

شہادت علیؑ:۔ خلافت پنچایت ثالثی پر ڈال دی گئی۔ یہاں بھی حضرت علی کی طرف کے حکم ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ عمرعاص ایک چال چلا۔ اور معاویہ بھی ہم خلیفہ اعلان کیا گیا۔ علی کی ہستی معاویہ کے پہلو میں خار تھی۔ اور یہ دور کرنے کیلئے اسے حسب معمول طریقوں کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ علی مسجد کوفہ میں بحالت نماز ایک قاتل کے ہاتھوں مضروب ہوئے۔ اوسبرن کہتا ہے "کہ اس طرح سے ایک مقبول عام طرز سلطنت اور طریقہ زندگی جس کی بنیاد بزرگانہ سادگی اور راستی تھی۔ قوم اسلام میں سے ہمیشہ کے لئے غائب ہوگیا۔ علی کے کیریکٹر میں فطرتی سادگی۔ اور عالیشان آزادی تھی۔ وہ جو کچھ بھی بہتر خیال کرتے۔ اس کے کرنے سے انہیں کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ وہ حلیم اور خیر خواہ تھے۔ اور ہمیشہ درد مندوں اور کمزوروں کی امداد کے لئے مستعد رہتے تھے رائٹ آنریبل امیر علی کہتے ہیں "علیؑ شجاع حلیم اور ہر ایک کمزوری سے پرہیزگار تھے بحیثیت ایک حکمران کے اپنے زمانہ سے پیشتر آ گئے"

علیؑ نے عالیشان فطرت اور رحم کی خواہش اپنے آخیری سانس میں بھی دکھائی۔ جبکہ انکے سامنے ان کا قاتل اسیر بزنجیر لایا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ پیاسا اور دہشت زدہ ہے۔ انکی خیر خواہ اور فیاض فطرت اپنے قاتل کو اس بُری حالت میں نہ دیکھ سکی۔ انہوں نے اپنے بڑے فرزند حسنؑ سے فرمایا۔ کہ اسکی زنجیریں کھول دی جائیں اور اسکی پیاس کے زیر نظر انہوں نے شربت کا وہ گلاس جو اُن کے لئے لایا گیا تھا قاتل کو پیش کیا۔

علی نے اپنے قاتل کی قسمت غیر معین نہیں رکھی یہ دنیا کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے جس میں مضروب خود اپنے قاتل کا منصف ہے۔ اور شاید اس طرز کا بھی دنیا میں پہلا واقعہ ہے جس میں ایسے حالات کے ماتحت انصاف اور رحم کی ایسی بلند ترین ذہنیت کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔ علیؑ نے حسنؑ سے فرمایا۔ کہ اگر وہ خود زندہ بچے تو قاتل کا اختیار انہیں اپنے قبضے میں ہوگا۔ اور اگر نہ رہے تو اسے معاف کرنا چاہیئے اگر معاف نہ کرسکو تو

اسے ایک ضرب سے زیادہ نہیں لگانا چاہیئے۔ اور وہ بھی اتنے ہی زور سے جتنے زور سے قاتل نے انہیں لگایا تھا۔ ایسا حکم رحم و انصاف نرالی شان رکھتا ہے۔ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ انکے امور کا جائزہ لیتے ہوئے مسعودی کہتے ہیں " اگر ہجرت میں رسول کے جاں نثار ساتھی ہونے کا شان دار نام۔ اگر اشاعت اسلام میں اسکا وفادار ساتھی ہونا۔ اگر اس کا عمر بھر کا دلی دوست اور رشتہ دار ہونا اس کی روح تعلیمات اور کتاب کا صحیح علم ہونا اور اگر نفس کشی۔ انصاف پروری ایمانداری عصمت۔ محبت تصدق اور علم قانون وحکمت امتیاز اور بلند فضیلت پر حق ٹھیرا سکتے ہیں۔ تو علی کو سابق اور مقدم مسلم سمجھنا چاہیئے۔ ہم لاحاصل باستثنائے ایک کے اس کے متقدمین یا متاخرین میں وہ اوصاف جو انہیں باری تعالیٰ نے عطا کر دیئے تھے تلاش کرتے ہیں "

غصب حق حسنؑ:۔ علی کی الم انگیز شہادت پر حسنؑ کوفہ اور اس کے ماتحت علاقوں کے رائے عامہ سے خلیفہ منتخب کئے گئے لیکن بعض لوگوں کی بے استقلالی نے جس طرح انکے پدر (علی) کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اسی طرح سے حسن کو بھی تخت خلافت چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ابھی نئے خلیفہ (حسن) تخت پر بیٹھے ہی نہ تھے کہ معاویہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ قبل اسکے کہ حسنؑ اپنی طاقت مستحکم کرتے۔ اور پدر بزرگوار کے المناک انتقال کی وجہ سے منتشر شدہ امور کو درست کرتے۔ وہ میدان میں اترنے کے لئے مجبور کئے گئے۔ انہوں نے قیس نامی ایک سپہ سالار کو شامیوں کو روکنے کیلئے بھیجدیا اور خود فوج لیکر مدائن کی طرف بڑھے۔ یہاں قیس کی شکست اور موت کی جھوٹی خبر سے نوعمر خلیفہ کے فوجیوں میں مشورے ہونے لگے اور وہ ان کے خیام میں داخل ہوگئے اور مال و اسباب لوٹ لیا۔ بلکہ انکو پکڑ کر دشمنوں کے حوالے کرنا [illegible] سے حسنؑ دل برداشتہ ہوکر

کوفہ واپس آئے۔ اور حکومت سے مستعفی ہونیکا ارادہ کیا۔ عراقیوں کے عدم اعتماد۔ وعدہ سے لاپرواہی اور بے ایمانی نے انکو معاویہ کے شرائط منظور کرنے پر مجبور کیا آخر معاملات صلحنامہ پر ختم ہوگئے۔ جس کی رو سے حکومت عمر بھر کے لئے معاویہ کو دی گئی۔ اور اس کی موت پر وہ علی کے دوسرے فرزند حسینؑ کو ملنی تھی۔ حکومت سے دست برداری کے بعد حسن معہ اہل وعیال مدینہ تشریف لائے۔ بہت عرصے تک وہ وظیفہ جو انہیں عہدنامہ کی رو سے ملنا تھا۔ ملنا نصیب نہیں ہوا کیونکہ چند سال کے بعد ہی انہیں معاویہ کے بیٹے یزید کے ایما پر زہر دیا گیا۔

حجاز میں بغاوت:۔ ۵۱ھ میں معاویہ مکہ اور مدینہ کی طرف حجاز کے لوگوں سے بیعت حاصل کرنے کیلئے بڑھا۔ وہ دھمکیوں اور مکاری کیوجہ سے کسی حد تک کامیاب بھی ہوگیا۔ اسوقت مسلمانوں کے چار مشاہیر حسین ابن علیؑ۔ عبداللہ ابن عمر۔ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر۔ اور عبداللہ ابن زبیر نے کسی شرط پر بھی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انکی مثال سے حجازیوں کے حوصلے بڑھے۔ عبداللہ ابن زبیر جس کو معاویہ "قریش کی مکار لومڑی" کہا کرتا تھا خود خلافت پر آنکھ رکھتا تھا۔ اور باقی یزید کی بدکاریوں کیوجہ سے اس سے متنفر تھے۔

معاویہ رجب ۶۰ھ مطابق اپریل ۶۸۰ء میں مر گیا۔ مورخ کہتے ہیں۔ کہ وہ پہلا شخص تھا۔ جو بیٹھ کر خطبہ پڑھتا تھا۔ جس نے ذاتی خدمت کیلئے ہجڑوں کو مقرر کیا تھا۔ اور جس کے ساتھ اس کے درباری آزادی کے ساتھ ٹھٹھا مخول کرتے تھے۔ وہ ہوشیار۔ بے اصول چالاک اور کنجوس لیکن بوقت ضرورت آزادی سے خرچ کرنیوالا تھا۔ وہ بظاہر مذہب کا پابند تھا۔ لیکن اپنے ارادوں کو عمل میں لاتے وقت وہ مکمل مذہب انسانیت کا پابند نہ تھا۔ معاویہ کی موت پر اس کی وصیت کے مطابق اسکا

بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ یزید کی تخت نشینی نے جمہوری اصول کو "امیرالمومنین کو رائے عامہ منتخب کیا کرے" ضرب مہلک دیا۔ وہ اصول جس کے عرب اتنے دلدادہ تھے اور جس نے انکو اہلبیت رسول کے دینی اور دنیاوی حکومت کے حق سے بھی غافل بنادیا تھا۔

حسینؑ ہتھیار اٹھاتے ہیں ۔ یزید دھوکا باز اور ظالم تھا۔ اسکی ذلیل طبیعت میں رحم و انصاف نہ تھا۔ اسکی خوشی اتنے ہی ہتک آمیز امور میں تھی۔ جتنے کہ اسکے ساتھی کمینہ اور بذات تھے۔ وہ بزرگان مذہب کی توہین اس طرح کرتا تھا۔ کہ ہمیشہ اپنے ساتھ ایک ملبس بندر کو شاہی گدھے پر سوار کر کے لیجاتا تھا۔ اور اسکو (نعوذباللہ) عالم ربانی کہتا تھا۔ اسکے درباریوں پر ہر وقت شراب کی مستی غالب رہتی تھی۔ جس کی نقل دارالحکومت کی گلیوں میں کی جاتی تھی۔

علی کے دوسرے فرزند حسین نے نیکی اور شجاعت باپ کے ورثہ میں پائی تھی۔ سیڈیلاٹ کہتا ہے "امیہ کے اولادوں میں ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا مادہ بہت تھا۔ یہی وہ صفت تھی جو حسین میں نہ تھی۔"

وہ قسطنطنیہ کے محاصرے میں عیسائیوں کے ساتھ عزت سے پیش آئے تھے۔ انہوں نے اپنی ذات میں رسول اور علی کا سچا جانشین ہونیکے اوصاف جمع کئے تھے جن اور معاویہ میں جو عہدنامہ ہوا تھا اس میں بصراحت حسین کا حق خلافت پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ حسین ظالم دمشق کے خطاب واعزاز حاصل کرنے کے لئے نہیں جھکے۔

جس کی بدکاریوں اور چال چلن کو وہ نگاہ نفرت سے دیکھتے تھے جب کوفیوں نے اموی ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان سے امداد چاہی۔ اس کے جواب میں انہوں نے ان کو آزاد کرانا اپنا فرض منصبی محسوس کر لیا حسین نے کوفہ کو روانگی کی تیاری کی۔ کیونکہ اسلام کی روحانی امارت پر ایک ظالم نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور

تعلیمات رسول بلکہ بذات خود اسلام بھی سخت خطرہ میں تھا وہ ابھی منزل مقصود تک پہنچے ہی نہ تھے جبکہ انکو وحشی اور شقی ابن زیاد ملقب بہ قصاب کی بھیجی ہوئی اموی فوج نے کربلا کے مقام پر آلیا۔ ابن زیاد یزید کا قائم مقام تھا۔ زیاد معاویہ کے باپ ابوسفیان کا ناجائز بیٹا تھا۔ اس وجہ سے وہ سادہ طور پر ابن ابیہ یعنی اس کے باپ کا بیٹا کہا جاتا تھا۔

سانحہ کربلا ۔ کئی دنوں تک انکے خیام گھیرلئے گئے۔ چونکہ سفاک ملعون حسین کی تلوار کے زد میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے ان مظلوموں کو آب فرات سے جدا کر دیا۔ اس سے شہیدوں کے اس مختصر گروہ کو کافی تکلیف ہوئی۔ سردار فوج اعداء سے ایک ملاقات میں حسینؑ نے یہ معزز شرط چاہی۔ کہ وہ ان کو خود یزید کے پاس محفوظ طریقے سے لیجائیں۔ لیکن اموی ظالم کا حکم سخت اور بے رحم تھا۔ کہ حسین اور اس کے گروہ پر رحم نہ کیا جائے۔ وہ خلیفہ کے سامنے بحیثیت (نعوذباللہ) مجرم لائے جائیں تاکہ ان کے ساتھ اموی طرز انصاف کے مطابق سلوک کیا جائے۔ آخری تدبیر کے طور پر حسینؑ نے نے ان بھوتوں سے فرمایا۔ کہ وہ بے بس عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کریں۔ صرف ان کو شہید کر کے اس غیر مساوی لڑائی کا خاتمہ کریں۔ لیکن انہوں نے اپنے رفقاء سے انکی جانیں بچانے کیلئے فرمایا۔ کہ وہ وہاں سے ان کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے یک زبان ہو کر اپنے مولا کو چھوڑ کر چلے جانے اور بعد زندہ رہنے سے انکار کیا۔ فوج اعداء کا ایک سردار جس کو سبط رسول کی بے حرمتی کرتے ہوئے خوف معلوم ہوا اپنے تیس ۳۰ ساتھیوں سمیت دشمن کو چھوڑ کر حسینی فوج کے ساتھ ناگزیر موت کا مدعی بننے کے لئے آملا۔ ہر ایک انفرادی یا زدوکی جنگ میں فاطمیوں کی شجاعت قابل

تسخیر تھی۔ لیکن دشمن کے تیر اندازوں نے انہیں
محفوظ مقام سے تیروں کی زد میں لے لیا یکے بعد
دیگرے سب محافظ شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ سبط
رسول اکیلے رہ گئے۔ زخموں سے مجروح ہو کر انہوں نے
آخری قطرہ آب پینے کے لئے اپنے آپ کو دریا کی
طرف ڈال دیا۔ لیکن دشمن کے تیر اندازوں نے واپس
لوٹا دیا۔ اپنے خیمے میں پھر داخل ہو کر وہ شیرخوار کو باہر
لائے جس کو انہوں نے تیروں سے چھید ڈالا۔ ان
کے فرزند، بھانجے اور بھتیجے ان کے ہاتھوں میں شہید
ہو چکے تھے۔ انہوں نے سوئے آسمان ہاتھ اٹھا کر
زندوں اور شہیدوں کے لئے آخری دعا فرمائی
پھر خوفناک حملے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو
امیوں میں ڈال دیا۔ لیکن خون بہنے کی وجہ سے
بیہوش ہو کر زمین پر تشریف لائے اور سفاک گروہ
قریب المرگ ہیرو کی طرف دوڑا۔ اور سر مبارک
کو تن سے جدا کر دیا۔ اور جسد اطہر پامال کیا گیا۔ اور
وحشی شقاوت سے ہر ممکن بے حرمتی کی۔ سر مبارک
لے کر کوفہ آئے۔ یہاں وحشی عبید اللہ نے ان کے
دہن مبارک پر چھڑی ماری ایک معمر مسلمان چلا
اٹھا "افسوس میں نے ان لبوں پر لب ہائے مبارک
جناب رسول خدا دیکھے ہیں" گبن کہتا ہے "بہت
دور دراز مدت اور ملک میں بھی حسین کا سانحہ شہادت
نہایت ہی سرد مہر دل والے آدمی سے بھی ہمدردی
حاصل کرے گا" اب غم اور غصہ کے جنون کا اظہار
جو شیعیان علی و آل علی شہادت حسینؑ کی سالانہ
یادگار کے باز آمد کے وقت کرتے ہیں سمجھنا بلکہ اسکے
ساتھ ہمدردی کرنا آسان ہے۔

مندرجہ بالا واقعات مستند تاریخوں سے
لکھے گئے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو بڑے عالم تاریخ
افتخار الملت مسٹر عبد اللہ المامون سہروردی کے
الفاظ کے ساتھ ختم کروں گی۔

ایک دفعہ پھر اسلامی دنیا وحشت ناک غم
کے جنون اور درد میں غوطہ زن ہے اور بجا غیظ و
غضب میں ڈالدی گئی۔ ایک دفعہ پھر درد رسیدہ روح
اسلام ناپاک اور بے رحم ہاتھوں کے گہرے اور
مہلک زخموں سے مجروح تڑپ رہا ہے۔ اور
اونچی آہ و زاریوں اور سینہ زنیوں میں متلاشی
آرام ہے۔ ایک دفعہ پھر انتہائی نزع کی حالت
میں قلب اسلام متحرک ہے اور بے عمیق غم کی
انتہائی گہرائیوں سے ہوا کو چیرتے ہوئے پھٹ
کر نکلنے والے۔ حسین حسین واویلا کے محزون
لے کے ساتھ ساتھ دھڑکتا ہے۔

یہ عربی تقویمی سال کے پہلے مہینے محرم
کی دسویں تاریخ ہے۔ اور شہادت جناب سید
الشہداء اور حسین شہید کربلا کی سالانہ یادگار ہے
لحہ بھر توقف کر کے ہم اس دائمی غم کی وجہ اور بنا
کو دیکھیں اور تشریح کریں۔ یہ ناقابل بیان ماتم روح
اسلام کو جو آزمائش اور تصدیعہ کی صلیب پر
مصلوب ہوا تھا۔ وقتاً فوقتاً معصوم اور مال دار
بنادیتا ہے۔ اور تبدیل ہئیت کرتا ہے۔ یہ اگرچہ
عجیب ہے کہ وہ گہرا اور مہلک زخم جو قلب اسلام
میں اتنی گہرائی تک چبھا ہے مسلم ہاتھوں نے
دیا۔ لیکن اس مذہبی توہین کے مرتکب اسلام پر
صرف زبانی ایمان رکھتے تھے دراصل اسلام کے
دشمن اور دلی بت پرست تھے۔ وہ بت پرست اور
مشرک عرب کے ان گرے ہوئے دیوتاؤں اور بیرحم
رسومات کے جال اور وہم پرستی۔ جس کو اسلام کی
اعلیٰ تعلیمات اور پیغمبر اسلام کے شاندار پیغامِ خدا
کی وحدانیت اور مساوات انسانی" نے صفحۂ ہستی سے نیست
نابود کر دیا تھا۔ کے خون انتقام سے پیاسے تھے۔

یوم حسینؑ کراچی کے جلسہ میں

(محترمہ لیڈی عبداللہ ہارون کی تقریر)

کربلا کی سرزمین پر پیغمبر اسلام کے فرزند حسینؑ ابن علی نے جو عظیم الشان قربانی پیش کی وہ انسانیت کی تاریخ کا سبق آموز واقعہ ہے شہادت حسین نے بنائے ملت کے سنوارنے اور تہذیب اخلاق کی نشر و اشاعت کے لئے جو محیر العقول کام کیا۔ اس پر غور کرنا ہر انسان کا فرض ہے حق اور سچائی کے نام اور نوع بشر کی خدمت کے لئے ان کی کارگذاری کسی طرح فراموش کرنے کے لائق نہیں۔ اور اس وقت جبکہ اس واقعہ کو پورے ۱۳۰۰ سال ہو گئے۔

ضرورت ہے کہ یادگار حسینی سے مزید فوائد حاصل کئے جائیں۔ جو صرف ہندوستان سے مخصوص نہ ہوں بلکہ دنیا کا چپہ چپہ اور جہاں بھی اسلامی آبادی ہے نیز جہاں جہاں حسین کا غم منایا جاتا ہے۔ وہ تمام لوگ اِس پر عمل کریں۔

جنگ دو قسم کی ہوتی ہے۔ مادی، روحانی۔ مادی جنگ کا آخری نظریہ یہ ہے کہ زمین کی پیمائش میں اضافہ ہو۔ شاہی خزانوں میں چمکتے ہوئے ہیرے و جواہرات کا ڈھیر لگے۔

روحانی جنگ کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ قانون الٰہی کو نہ توڑا جائے۔ روحانی جنگ اسلئے نہیں کی جاتی کہ حدود سلطنت میں اضافہ کیا جائے اور انسان کے مقدس لہو سے ظلم کی خوشنما تصویریں بنائی جائیں روحانی جنگ کا مالک یہ نہیں چاہتا کہ بنی نوع انسان بُت پرستی کی بجائے شاہی مجسمہ کی دیوی کی پوجا میں مشغول ہوں وہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بناتا وہ ذاتیات پر خون کے سمندر میں مد و جزر پیدا نہیں کرتا وہ تو یہ چاہتا ہے، کہ خدائے یگانہ کے سامنے انسانی پیشانی جھک جائے۔ اس کو نہ زریں پٹکے باندھے ہوئے غلاموں کی سلامی کی تمنا ہوتی ہے اور نہ فروان فوج کی تلواروں کی جگمگاہٹ کی آرزو۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین ہمیشہ فرماتے رہے۔ کہ اگر میں چاہوں تو یہیں سے ایک اشارہ میں ابو سفیان کے بیٹے کے تخت کو الٹ دوں۔ علی اگر چاہتے تو واقعی شام کو فتح کرنا مشکل نہ تھا۔ لیکن اگر اپنے اختیارات سے شام کو فتح کر لیتے تو اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ کہ دنیا کے فاتح تاجداروں کی فہرست میں ایک نام کا اضافہ ہو جاتا۔ اور سکندر، محمود غزنوی، نادرشاہ نپولین کے ساتھ علی کا نام بھی بڑی شان و شوکت سے لیا جاتا۔ لیکن کیا خدا کا خلیفہ اس پر راضی ہو جاتا کہ وہ ذاتیات میں پڑ کر اپنا نام بادشاہوں کے صحیفہ میں درج کرائے؟ ہرگز نہیں۔

کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ سکندر کے جارحانہ حملوں کی وسعت میں انسانیت کا درس تھا؟ محمود غزنوی کی سر بفلک ہمت اور بے پناہ تگ و دو میں اخلاقی سبق کی جھلک تھی؟ درانی تلوار کے اچھوتے خون کے سیلاب میں توحید کی تموج نظر آتا تھا؟ نپولین کے فتوحات میں اخوت کی نصیحت تھی؟ اگر دنیا کے تاجداروں کی نبردگاہ میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ تو آل محمدؐ کی شکستہ بوریوں کی تہ میں آپ کو یہ اسباق ملیں گے۔ حسین کا نظریہ بالکل وہی تھا۔ جو علیؑ کا تھا۔ حسین کی جنگ روحانی جنگ تھی موجودہ جنگ مادی جنگ ہے۔ حسین کی جنگ کا معیار اس سے کہیں بلند تھا۔ کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ حسین نے یزید کے سامنے یہ فرمائش کی ہو۔ کہ میرے سر پر مدینہ کا زرّین

تاراج رکھا جائے۔ یا مدینہ کے ساتھ میرے لئے کوفہ کا اضافہ کیا جائے۔ یا جس زمین پر میں رہتا ہوں اس کی بادشاہت کا حق مجھے حاصل ہو۔ بلکہ آخری وقت تک صرف ایک نظریہ قائم رہا کہ قانون الہی کو نہ توڑا جائے دنیا کربلا کے محاذ جنگ کے اعلیٰ مقصد کو بھلا سکتی ہے۔ لیکن وہ اہم چیزوں نے مؤرخین کے قلم روک دئے۔ رانڈوں کی اسیری اور شش ماہی بچے کی شہادت دینا کا کوئی انسان ملک و مال کی خاطر ہرگز ایسی دو چیزیں پیش نہیں کرتا صفحہ عالم پر کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی تاجدار نے ملک و مال کے لئے ایسی سخت قربانیاں پیش کی ہوں۔ جو حسین نے پیش کیں۔ حسینؑ نے روحانی اور اخلاقی جنگ میں اپنی وہ ساری کمائی لٹا دی جو برسوں کی خونریزی سے جمع کی تھی۔ روحانی جنگ میں قائم مفتوح و مفتوح قائم ہوجاتا ہے یہی وجہ تھی کہ حسین کی ہر شکست میں فتوحات کے دریا بہہ گئے اور یزید کی ظاہری فتح میں مایوسی و ناکامی کی تصویر نظر آنے لگی۔

ظلم و جور فتنہ و فساد خدا کو بالکل پسند نہیں اسلام اسی لئے آیا کہ اہل عالم کو امن و امان کی زندگی بسر کرنا سکھائے اس نے خدا اور رسول کے حقوق کے علاوہ کچھ حقوق خلق خدا کے بھی بتائے اور بے حد تاکید کی کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو تاکہ اس صورت میں ایک دوسرے کیساتھ میل جول اور محبت پیدا کر کے امن و امان کی زندگی بسر کریں۔ اور آپس میں ہرگز ہرگز جھگڑا پیدا نہ کریں۔ یزید نے اپنے زمانہ حکومت میں چاہا کہ اسلام کے پیدا کردہ امن و امان کو فساد و خونریزی سے بدل دے اس نے اسکے لئے اپنے باپ معاویہ کی وصیت اور تعلیم کے بموجب تمام انتظامات اپنے خیال میں مکمل کر لئے لیکن بانی اسلام کے ہونہار فرزند کو گوارا نہ ہوا۔ ترک وطن منظور کیا۔ اور رزمگاہ کربلا میں پہنچکر اخلاق ہمدردی جور وسخا۔ رحم و کرم۔ عزم و ارادہ۔ شجاعت جوانمردی۔ صبر و استقلال۔ ایثار و مواسات۔ زہد و تقویٰ کے ایسے عظیم الشان جواہر پیش فرمائے جن کی مثال تاریخ عالم میں کہیں بھی موجود نہیں۔ لہٰذا ہر یزید نے چند دنوں کیلئے خوشی کے شادیانے بجائے لیکن انجام کار یزید اپنے مقصد میں ناکامیاب رہا۔ تھوڑے عرصہ میں اس کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

اب شہید کربلا کے آخری خطبہ کو بغور سنئے۔ جو انہوں نے فوج یزید کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

"میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا۔ اور اس کو مقام فنا و زوال قرار دیا۔ دنیا کے رہنے والوں کا حال ایک طرح پر کبھی نہیں رہتا کبھی راحت ہے تو کبھی ملال۔ کبھی خوشی ولادت ہے تو کبھی رنج انتقال پس اے گروہ کوفہ و شام! اس شخص نے جو دنیا کے فریب میں آگیا۔ فریب کھاگیا۔ اور جو شخص اس دنیا پر فریفتہ ہوگیا۔ بدبخت و مردار ہے۔ پس تم کو لازم ہے۔ کہ اس دنیا کے فریب و جال میں مت پھنسو۔ اسلئے کہ اس دنیا نے کسی سے وفا نہیں کی۔ بلکہ اس شخص کی جو اسکے افعال و کردار پر تکیہ کرتا ہے امید قطع کر دیتی ہے۔ اور نیز اس شخص کو جو اس سے بہتری اور خیر کی امید رکھتا ہے ناکام و مایوس کر دیتی ہے۔"

رباعیات

یوں گلشن ایمان کو نکھار اشبیرؑ
اولاد کے خون سے سنوار اشبیرؑ
اب خاک میں کربلا کی تا ابد چمکے گا
اسلام کی قسمت کا ستارا شبیرؑ

جس ذات نے ملت کو ابھارا تو ہے
اسلام کی کشتی کا سہارا تو ہے
اے کربلا والے تین دن کے پیاسے
کوثر کی روانیوں کا دھارا تو ہے

ایماں کے جوہر کا دفینہ تو ہے
اسلام کے خاتم کا نگینہ تو ہے
آغشتہ خاک و خون شہید اعظم
سرمایہ فطرت کا خزینہ تو ہے

(عالم رضوی)

فرماتے تھے شہ کو ہر امید ملے
اور دل کو سرور ہے تو حید ملے
اس طرح جیو کہ جسے یہ مرتے ہیں
اس طرح مرو حیات جاوید ملے

(سید وحید)

ہندوستان میں یادگار حسینی عظیم الشان

اجلاس

حیدرآباد میں سیزدہ صد سالہ یادگار جلسہ

۱۳-۱۴-۱۵ محرم کو سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کے جو جلسے حیدرآباد میں ہوئے چشم فلک اس کی مثال بہت کم دیکھ سکے گی۔ سالار جنگ کی بارہ دری کا تریب کا میدان روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ جابجا منارب کتبے اور جھنڈے اس کی شان کو دوبالا کر رہے تھے ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا مجمع خاموشی کے ساتھ فخر انسانیت امام حسین علیہ السلام کے کارناموں کو سماعت کر رہا تھا۔ ہر مذہب فرقے کے نمایندے اسٹیج پر آئے اور انہوں نے پُرجوش اور عقیدت مندانہ طریقہ پر شہید اعظم کی احسانات کا اعتراف کیا پہلے دن نواب ظہیر الدین بہادر نے دوسرے دن نواب کمال یار جنگ بہادر نے اور تیسرے دن نواب بہادر یار جنگ بہادر نے صدارت فرمائی۔ مہدوی فرقہ کی طرف سے مولانا ابوالحسن سید علی صاحب اور نواب بہادر یار جنگ نے قادیانی جماعت کی طرف سے نواب اکبر یار جنگ بہادر نے اہل سنت کی طرف سے شیخ المشائخ صدر مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد اور مولانا صبغت اللہ صاحب شہید انصاری لکھنوی نے خوب خوب تقریریں فرمائیں ۱۴ محرم کو حضرت علامہ مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ رضوی جارچوی ایم۔ اے نے تقریر فرمائی۔ آپ کا موضوع یہ تھا۔ "حسینی کردار کا نشوونما اور عالم پر اس کا اثر"

اعلیحضرت سلطان العلوم کی نوازش شاہانہ

حضرت علامہ جارچوی مدظلہ کے قیام حیدرآباد کے زمانے میں چار پانچ مرتبہ اعلیٰ حضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ نے آپ کو شاہی خاصہ بھیجکر سرفراز فرمایا اور اتنی ہی دفعہ کنگ کوٹھی مبارک میں شرف باریابی عطا فرما کر اور گھنٹہ گھنٹہ بھر شرف تکلم بخش کر مفتخر فرمایا۔ پھر شاہی فرمان صادر فرما کر آپ کو سلسلہ آصفیہ کے اس ممتاز گروہ میں شامل کیا جس میں ہندوستان و بیرون ہندوستان کے بلند پایہ اہل علم شامل کئے جاتے ہیں۔ یعنی یک صد روپیہ کلدار (سکہ انگریزی) وظیفہ مقرر فرما کر نہ صرف علامہ ممدوح کو بلکہ تمام قوم کو زیر بار احسان کیا۔ خدا ہمارے اس بادشاہ کو سلامت رکھے کہ اسکے دم سے قدیم ایشیائی تمدن اور داد و دہش کی شان قائم ہے۔

کراچی میں یوم حسین کا شاندار اجتماع

ہر مذہب ملت کے قریباً دس ہزار نفوس نے یوم حسین کے اجتماع عیدگاہ میدان بندر روڈ کیم فروری شام کو شرکت کی۔ جو زیر اہتمام حسین ڈے کمیٹی کراچی شہدائے کربلا کی تیرہ سو سالہ برسی منانے کیلئے منعقد ہوا تھا۔ عیدگاہ میدان میں ایک بہت بڑا شاندار شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ لیکن باوجود شرکا کی بہت بڑی تعداد جگہ کی قلت کی وجہ سے باہر کھڑی ہوئی تھی مستورات کے لئے بھی پردے کا کافی انتظام تھا۔ لاؤڈ سپیکروں کا بہت اعلیٰ بندوبست تھا۔ جلسہ کی صدارت کے فرائض جناب سیٹھ غلام علی چاگلا صاحب نے انجام فرمائے۔ شہدائے کربلا کے حالات پر پُرتاثیر اور سیر حاصل تقریریں ہوئیں مقررین مسٹر جمشید نصروانجی۔ لیڈی ہارون مسٹر ایس ایم جعفر انجینئر پروفیسر کمار۔ مولانا محمد سبطین صاحب مسز خیر النسا۔ مس رحیم بخش مسٹر رام پونجوانی۔ مولانا نثار اللہ تھے۔

آخیر میں صاحب صدر نے حاضرین جلسہ سے شہدائے کربلا کی تعظیم و تکریم کیلئے دو منٹ خاموش کھڑے رہنے کی درخواست کی جس پر فوراً عمل ہوا یہ شاندار اجتماع ۷½ شام شروع ہوکر بخیر و خوبی ۱۰ بجے رات ختم ہوا۔

بھاولنگر اور عشرہ محرم ۱۳۶۱ ہجری

اس سال بھاولنگر میں عشرہ محرم بہ یادگار حسینی

وتاجوشی وخروش مومنین سے ظاہر ہوا۔ کہ اپنی آپ ہی مثال ہو سکتا ہے مجالس حسینی کا دن رات برابر سلسلہ قائم تھا علاوہ ذاکرین کے جناب مولانا مولوی سید آفتاب حسین صاحب قبلہ بھی ہر مجلس میں اپنے مواعظ حسنہ ونکات قرآنی سے مستفیض فرماتے رہے۔ باوجود خرابی موسم سرما وپیرانہ سالی جناب ذو المجد والمحامد ڈپٹی سید افتخار علی شاہ صاحب قبلہ دام ظلہٗ نے اکثر مجالس میں مواعظ بیانی ونکات آیات قرآنی جوش وخروش الحانی سے فرمائی سبیلوں کا سلسلہ ۱ محرم سے شروع ہوا۔ اور دسویں محرم کو تو اہل ہنود صاحبان نے بھی حصہ لیا خاص طور سے جناب ڈاکٹر جگدیش پرشاد صاحب کی ہمدردی کا ہم خلوص دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ٹریکٹ موسومہ بہ اشک غم حسین کا بنام تاریخی ۱۳۶۱ھ اور دوسرا موسومہ بہ حسین ابن علی چھپوا کر مفت تقسیم کئے گئے جن کی وجہ سے پبلک کو واقعہ کربلا سے ایک عام واقفیت حاصل ہوگئی مکانات پر سیاہ علم یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ نصب کئے گئے۔ ۷ محرم جلوس علم اور ۱۰ محرم جلوس تعزیہ میں خصوصیت کیساتھ ترقی تھی۔

مجلس سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی پنجاب کے اجلاس ۵، ۶ اپریل کو ہونگے

لاہور میں یادگار حسینی کے پروونشل اجلاس ہونے قرار پائے ہیں۔ پہلا جلسہ پانچ اپریل بروز اتوار کی رات کو ہوگا اور دوسرا جلسہ ۶ اپریل کی صبح بروز پیردار اور رات کو ہوں گے ان جلسوں کی صدارت کے لئے جن حضرات کو کہا گیا تھا ان میں سے وزیر اعظم پنجاب اور دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ صاحب نے صدارت منظور فرمالی ہے مجلس سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی پنجاب انکی نہایت شکر گزار ہے۔ پنجاب میں ہر جگہ کے رہنے والوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ ان جلسوں میں شریک ہوکر جذبہ ہمدردی اور انسانیت کی بنیادوں کو مضبوط کریں۔

ہوگلی میں حسین ڈے کی تیاریاں

ہوگلی امام باڑہ وقف محسنیہ میں ۲۰ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۴۲ء روز یکشنبہ ۳ بجے دن کو بسلسلہ سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی "حسین ڈے" منایا جائے گا۔ اور عالی جناب رائے بہادر سوتش چندر گھوش ایڈوکیٹ جو یہاں کے معزز ترین اور ہردلعزیز ہستیوں میں سے ہیں اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے۔ ہر مذہب ملت کے ممتاز افراد تقریریں فرمائیں گے

مالیر کوٹلہ میں یادگار حسینی کا جلسہ

مالیر کوٹلہ میں مورخہ ۱۳ / ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء کو انجمن حسینیہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیزدہ صد سالہ یادگار منانے کیلئے منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلسے کی صدارت کیلئے حضور نواب صاحب بہادر مالیر کوٹلہ نے وعدہ فرمایا ہے بلکہ ان ایام مبارک کو خاص طور پر رخصت عمومی قرار دیا ہے۔ بیرونجات سے تشریف لانیوالے حضرات کے قیام وطعام کا انتظام انجمن کیطرف سے ہوگا۔

سیتا پور میں یادگار حسینی کا جلسہ

بسلسلہ سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ منجانب انجمن گلدستہ حیدری سیتا پور بتاریخ ۱۳، ۱۴، ۱۵ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ صفر ۱۳۶۱ھ بروز جمعہ شنبہ یکشنبہ جلسہ منعقد ہوں گے۔ بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء بعد نماز جمعہ ایک جلوس بھی اٹھے گا۔

انجمن امامیہ احمد آباد (گجرات) کا سالانہ جلسہ

بتاریخ ۷ فروری ۱۹۴۲ء بوقت ۸ بجے شب کے سالانہ جلسہ زیر صدارت دبہ تحریک جناب ماسٹر ناصر حسین صاحب وتائید جناب سید محمد عقیل صاحب وسید شمیم حیدر صاحب وجناب سید اشارت حسین صاحب، عالی جناب مولانا مولوی منور علی صاحب قبلہ ممتاز الافاضل مدظلہ العالی منعقد ہوا۔ جن کو بعد عشرہ محرم اس جلسہ کی وجہ سے قیام پر مجبور کیا گیا تھا۔

۸ بجے بطور افتتاح جلسہ جناب جعفر حسین شاہ صاحب نے سورہ فتح کی تلاوت فرمائی۔

۸½ بجے جناب سید شمیم حیدر صاحب نے بعد سلام و شکریہ کے غرض جلسہ (قبل از وقت ہو چکی) بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسوقت حاضرین جلسہ کو اس لئے زحمت دیگئی ہے کہ انجمن امامیہ احمد آباد گجرات اب تک بطور امتحان وقتی کے جاری رکھی گئی۔

چونکہ سال رواں میں بعض عہداران (مثلاً صدر صاحب جنرل سکریٹری) نے امور انجمن میں انہماک سے کام نہیں لیا اس لئے اہل انجمن چاہتے ہیں کہ اس عام جلسہ میں آئندہ کے لئے انجمن کی مستقل و مستحکم تشکیل ہو جائے تاکہ آئندہ انجمن کو دشواریاں پیش نہ ہوں۔

۸¾ بجے جناب سید محمد امین صاحب و جناب سید اشارت حسین صاحب نے قومی ترانہ پڑھا۔

۹ بجے جناب سید تفضل حسین صاحب نقوی نے دستور العمل پڑھ کر سنایا (جو بیس پچیس اشخاص کے مشورہ سے مکمل کیا گیا تھا) حاضرین جلسہ نے نہایت غور سے سنا اور کوئی اعتراض یا تغیر و تبدل کا اظہار نہیں فرمایا حاضرین جلسہ نے دستور العمل کی صحت و منظوری پر نعرہ درود کی مہر ثبت فرمائی۔

۹½ بجے عالی جناب مولانا مولوی منور علی صاحب قبلہ صدر جلسہ نے انتخابات عہدیداران جو کہ قبل ہی بیس پچیس اشخاص کے مشورہ سے ترتیب دیئے گئے تھے روبروئے حاضرین جلسہ (جنکی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ تھی) پڑھ کر سنایا اور کچھ دیر انتظار کیا کہ شاید کوئی صاحب کچھ اعتراض یا استفسار فرمائیں لیکن درود ہی سے استقبال کیا گیا۔

۱۰ بجے مولانا موصوف نے (شان رسالت کو اتحاد کے رنگ میں) مدلل و مبرہن ۳½ گھنٹہ تقریر فرمائی۔

۱½ بجے جناب ماسٹر ناصر حسین صاحب نے سپاسنامہ پڑھ کر سنایا۔

سپاس نامہ

انجمن امامیہ احمد آباد کو مولانا کی تشریف آوری و سحر بیانی نے جو اعزاز و کمال بخشا ہے اس کا انجمن شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔

مولانا کی خوش بیانی نے انجمن میں چار چاند لگا دیئے اور اراکین و ممبران کے دلوں میں ولولہ و جوش ایمانی کی روح پھونک دی ہے بناءً علیہ اراکین و ممبران انجمن بہ صدق دل و بغرض اظہار عقیدت۔ (فخر المتکلمین) کا خطاب مولانا کی خدمت میں پیش کرتی ہے اور مولانا کے اخلاق کریمانہ سے امید قوی ہے کہ ادنیٰ و حقیر پیشکش کو قبول فرما کر انجمن کو سرفراز فرمائیں گے اور آئندہ بھی انجمن پر نگاہ کرم فرماتے رہیں گے۔

منجانب انجمن امامیہ احمد آباد گجرات۔

اس کے بعد چائے نوشی ہوئی اور جلسہ نہایت خوبی سے ختم ہوا۔

انجمن مرتضوی رجسٹرڈ امرتسر

کا سالانہ اجلاس زیر صدارت چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب سوداگر پشمینہ مورخہ ۹ر فروری ۱۹۴۲ء امام بارہ ڈھاب شیعاں دفتر انجمن مرتضوی میں منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل ممبران عہدہ داران انجمن ہذا متفقہ طور پر منتخب کئے گئے۔

صدر۔ چودھری غلام مرتضیٰ صاحب۔

سکریٹری۔ سید ابوالحسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل

فنانشل سکریٹری۔ چوہدری معراج الدین۔

اسسٹنٹ سکریٹری۔ مرزا نوروز علی

اسسٹنٹ فنانشل سکریٹری۔ شیخ ولایت علی۔

نیز انجمن مذکور کے زیر اہتمام یکم مارچ سنہ ۴۲ء کو یادگار حسینی کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مقامی حضرات کے علاوہ جناب علامہ مرزا احمد علی صاحب قبلہ نے دو گھنٹہ تقریر فرمائی۔

آگرہ میں یادگارِ حسینی کا عظیم الشان جلسہ

بہ سلسلہ یادگار مذکور منجانب یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ شاہ گنج آگرہ مسلسل تین روز تک یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء بمقام بکیر باغ آگرہ جلسے منعقد کئے گئے اس غرض کے لئے ایک نہایت شاندار پنڈال نصب کیا گیا جسکا طول ۱۲۵ فٹ اور عرض ۹۵ فٹ تھا اور جس میں ... ۵ کرسیوں کا انتظام تھا علاوہ دیگر متعدد شامیانوں اور خیموں کے دو بڑے دروازہ بنوائے گئے تھے ایک لب سڑک اور دوسرا پنڈال کے سامنے جس پر سبز کپڑے پر سفید حرفوں سے اردو ہندی۔ انگریزی تینوں زبانوں میں ۱۳۰۰ سالہ یادگار امام حسین علیہ السلام ۱۳۶۱ھ لکھا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص کی توجہ جلسہ کی طرف مبذول ہوتی تھی۔

ان جلسوں کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں بین الاقوامی پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا جس کی وجہ سے ان میں ہر قوم و ملت کے لوگ بکثرت شریک ہوئے علاوہ حضرات شیعہ کے ہزارہا اہلسنت، ہندو صاحبان نے بڑے شوق سے شرکت فرمائی جن میں خاص طور پر خانصاحب حاجی انعام علی عباسی انجینئر، سیٹھ الہ دین بھائی۔ مسٹر سمین صاحب، جناب صدیق حسن صاحب حاکم خزانہ آگرہ جناب مولوی محمد احمد صاحب ایڈیشنل کلکٹر۔ جناب نواب اسلام نبی صاحب ایڈیشنل کمشنر رائے بہادر کے سی۔ مہتا صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر، رائے بہادر پنڈت جگتی پرشاد اوپادھیا، ماسٹر سید محبوب علی مفتی انتظام اللہ صاحب، ماسٹر عبدالحمید صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ لالہ شانتی لال صاحب۔ بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی ریونیو افسر مولوی نعیم الدین احمد صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی ریونیو افسر خان بہادر ڈاکٹر سید غلام مرتضیٰ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل خانصاحب، سید اطہر صاحب میونسپل کمشنر، مولوی خادم علی خانصاحب میونسپل کمشنر۔ نواب سید یونس رضا صاحب بی۔ اے۔ سپیشل مجسٹریٹ، حافظ عبدالحمید صاحب، سکریٹری مسلم لیگ آگرہ حاجی سید ناصر علی صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ نہو، پیرزادہ حاجی شیخ عزیز الدین صاحب درگاہ فتحپور سیکری۔ ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب۔ ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب پی۔ ایچ ڈی ڈی لٹ (لنڈن) پروفیسر آگرہ کالج، حاجی خواجہ شجاع الحسن صاحب خواجہ صدیق حسن صاحب۔ ایڈیٹر آگرہ اخبار، لیفٹننٹ سید ضامن علی صاحب۔ چیئرمین شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی خانصاحب حکیم محمود علی صاحب ماہر اکبر آبادی از دہلی، ڈاکٹر سید محمد جی رضوی از لاہور۔ جناب سید علی تقی صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی سشن جج کنہڈہ۔ حکیم حیات خانصاحب دہلوی، حاجی سید عابد حسین زیدی ایم۔ اے پروفیسر سید مرتضیٰ حسین صاحب رئیس و جاگیردار کیسرنل ریاست اور جناب نرائن داس صاحب پرائیویٹ سکریٹری ہز ہائینس راج جی مہاراج۔ ڈاکٹر حویلی رام صاحب کنور رگھو راج سنگھ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ جناب لچھمی نرائن صاحب اوپادھیا ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول۔ ڈی پی۔ اوپادھیا ایم۔ اے ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول۔ پریم نرائن صاحب خانصاحب سید محمد محسن جعفری انسپکٹر پولیس پنشنر۔ سید آل رضا صاحب بار ایٹ لا۔ جج پنشنر۔ سید محمد جعفر ڈپٹی مجسٹریٹ پنشنر سید حسن عابد جعفری بار ایٹ لا، لکھنؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہم شکر گذار ہیں جملہ حضرات واعظین اور مقررین کے انہوں نے اپنی بلند پایہ اور قابل قدر تقاریر میں جلسوں کی بین الاقوامی پہلو کو خاص طور پر مدنظر رکھا جس سے جملہ حاضرین جلسہ بدرجہ غایت محظوظ و مستفید ہوئے اور جنکا عرصہ تک شہر میں چرچا ہے کہ ایسے شاندار جلسے آگرہ

میں کبھی نہیں ہوتے ۔ ہر جلسہ کے روزانہ دو اجلاس قرار پائے تھے ایک صبح ½ ۸ بجے سے ½ ۱۲ بجے تک اور دوسرا اجلاس ۲ بجے سے ۶ بجے شام تک ہر اجلاس کے متعلق حضرات واعظین کے اسمائے گرامی ذریعہ مطبوعہ پروگرام و اشتہارات پیشتر سے کافی طور پر مشتہر کردیئے گئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسب دلخواہ جلسوں میں ہر قوم کے حضرات بلا تفریق مذہب و ملت بکثرت شریک ہوئے اور سب نے اظہار پسندیدگی فرمایا اور اسقدر واعظین اور مقررین تشریف لائے کہ ہر سہ روز تیسرا جلسہ رات میں کرنا پڑا جس سے یہ ثابت ہوا کہ حسین مظلوم کی ذات والا صفات اور انکے اسوہ حسنہ سے قریب قریب ہر قوم و ملت کے لوگوں کو ایک دلی محبت اور قلبی ارادت ہے کیونکہ اس شہید اعظم نے ایک ایسے اعلیٰ اصول کی حمایت میں شہادت پائی ہے جو بلا لحاظ مذہب و ملت تمام عالم انسانیت پر یکساں اثر انداز ہے ۔

تفصیل کاروائی

اجلاس اول ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء بوقت صبح مجمع تقریباً سات ہزار۔ اس اجلاس کا وقت حسب پروگرام ½ ۸ بجے صبح مقرر تھا۔ لیکن سوء اتفاق سے شب مابین ۱۲ و ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء باد و باراں کا ایسا طوفان آگیا جس سے وہ عظیم الشان پنڈال جو مسلسل کئی روز کی کوشش سے بہمہ جہت مکمل اور آراستہ ہوچکا تھا دفعتہً گر گیا جب اس کی اطلاع جناب سید آل مصطفےٰ صاحب وائس پریذیڈنٹ کو ملی تو انہوں نے سید محمد عابد رضا صاحب جو پنڈال کے منتظم تھے ان کی اعانت کے لئے سید علی جواد صاحب کو معمور کیا جنہوں نے دوبارہ پنڈال کے نصب کرنے میں مدد دی چونکہ بارش کا سلسلہ رات بھر کم و بیش جاری رہا اور پنڈال کا کپڑا اور کرسیاں اور صوفے وغیرہ بالکل تر ہوگئے تھے اس وجہ سے ہر شخص حیران تھا کہ صبح جلسہ کا کیا انتظام ہوگا شب کے وقت ایسے عظیم الشان پنڈال کو از سر نو نصب کرکے آراستہ کرلینا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا اور جلسہ کا انعقاد بالکل مذبذب نظر آتا تھا لیکن یہ محض ایک اعجاز حسینی تھا کہ صبح ۸ بجے تک پنڈال ازسرنو نصب ہوگیا اور کرسیاں وغیرہ باقاعدہ مرتب ہوگئیں اور جلسہ حسب پروگرام اسی پنڈال میں نہایت شان و شوکت سے منعقد ہوا اول جناب حافظ عبدالحمید صاحب سکریٹری مسلم لیگ آگرہ نے تلاوت قرآن مجید فرمائی جس کو جملہ حاضرین جلسہ نے تعظیماً کھڑے ہوکر سنا اس کے بعد صدر جلسہ عالیجناب ہز ہولی نس رائے صاحب گورچرنداس مہتا صاحب گرو دیال باغ آگرہ نے اپنی صدارتی تقریر انگریزی میں کی جس میں موصوف نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بلند پایہ شخصیت، اعلیٰ ترین نصب العین اور بے نظیر قربانی کی قریب آدھ گھنٹہ تک شرح سرائی فرمائی۔ بعد صدر جناب شنکر لال جندل صاحب ایم۔ اے پروفیسر ٹریننگ کالج آگرہ نے تقریر فرمائی جس میں آپ نے انگریزی تاریخ سے اسلامی واقعات بیان فرمائے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے اسباب اور یزید کی بدعنوانیوں پر روشنی ڈالی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے صبر و استقلال کی داد دی پروفیسر صاحب کے بعد جناب محمد سلطان حیدر صاحب جوش بی۔ سی۔ ایس مصنف ابن ملجم و نواب فرید وغیرہ ہندوستان کے مایہ ناز ادیب نے تقریباً آدھ گھنٹہ شہادت امام حسین پر لفیانی نقطہ نظر سے فرمائی اور معاویہ کے زمانہ میں امام حسن کے قتل کا واقعہ اور یزید کی نامزدگی پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ شہادت امام حسین کبھی اختیاری شہادت کہی جاسکتی ہے دیگر شہادتیں مجبوراً تھیں امام حسین بیعت کرکے جان بچا سکتے تھے لیکن انہوں نے موت کو زندگی پر ترجیح دی اسکے بعد مولوی بشارت حسین خانصاحب نے نظم پڑھی اور جلسہ برخاست ہوا۔

اجلاس دوم۔ ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء بوقت شام مجمع ۸۰۰۰۔ چونکہ جمعہ کا دن تھا لہذا ایک جلوس یادگار حسینی کا جامع مسجد

آگرہ سے بعد نماز جمعہ جس میں شیعہ سنی ہندو سب ہی شامل تھے روانہ ہوا اور تکونیہ بازار کناری بازار کسیرٹ بازار فوارہ سبزی منڈی کوتوالی شو مارکٹ ہوتا ہوا بیکر باغ پہنچا اس جلوس میں آگرہ کے مشہور سلام خواں حفیظ صاحب اور انجمن سجادیہ بٹیلہ منا لعل آگرہ نے سلام اور نوحے پڑھے مجمع کی تعداد پانچہزار سے کم نہ تھی اور اس جلوس کی کامیابی کا سہرا جناب حافظ عبدالحمید صاحب سکرٹری مسلم لیگ آگرہ مولوی انوار الحسن خانصاحب وِدی ایڈوکیٹ اور سید محمد مظاہر صاحب وکیل کے سر رہا۔ اس جلوس کے ساتھ جھنڈیوں کی شکل میں کپڑہ پر لکھے ہوئے مندرجہ ذیل فقرات اور بعض مشاہیر عالم کے اقوال موجود تھے مثلاً حسین نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ رب العالمین کے سب بندوں کیلئے ہیں (سروجنی نائیڈو) حسین کے جلسے ۱۳، ۱۴، ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء کو بیکر باغ میں ہوں گے" سب صاحب بلا قید مذہب و ملت شریک ہوں حسین نے فرض کی بہترین مثال پیش کی ہے شہادت امام حسین نے اپنی اولاد اور خاندان کے پیاس کی تکلیف گوارا کرلی لیکن ظالم حاکم کے سامنے سر نہیں جھکایا مہاتما گاندھی، حضرت امام حسین کی شہادت میں ایک عالمگیر پیغام ہے ہر فرقہ اور قوم کے لئے یہ قربانی شمع ہدایت ہے (جواہر لال) وغیرہ وغیرہ۔

جلوس کی واپسی پر جلسہ شروع ہوا قاری سید حبیب الحسن صاحب نے تلاوت کلام مجید فرمائی۔ جو حاضرین نے کھڑے ہو کر سنی بعد تلاوت کلام مجید صدر جلسہ عالی جناب ہز ہولی نس جناب راج جی مہاراج گرد سوامی ست سنگ نے صدارتی تقریر ارشاد فرمائی حضور ممدوح نے فرمایا میرا یقین واثق ہے کہ شہدا ایمان و فدائیان دین کے اوصاف حمیدہ یاد کرنا بھی منعم حقیقی کی ایک قسم کی عبادت اور اطاعت ہے لیکن معزز حضرات میں بصد عجز و انکسار یہ ضرور کہوں گا کہ ہمارا فرض یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ ہمیں اپنے افعال اعمال اور اقوال سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم حضرت امام حسین کے اصلی پیام کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں امام حسین نے اپنی زندگی اور واقعہ کربلا سے یہ ثابت کردیا کہ مذہب ابتدا سے انجام تک رضاء الٰہی کیساتھ مطابقت کرنا اس کی ذات اقدس کے ساتھ عشق حقیقی پیدا کرنا اور اس کی مخلوق کی بے غرض خدمت بجالانا ہے جناب صدر کی تقریر کے بعد جناب پورنچند صاحب سود ایم۔ اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ آگرہ نے تقریر فرمائی جو حاضرین جلسہ نے بہت پسند کی آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں جان سکتا کہ حضرت محمد صلعم امی یعنے بے پڑھے تھے وہ ضرور پڑھے تھے خواہ کسی ذریعہ سے یا پہلے جنم میں پڑھے ہوں امام حسین علیہ السلام کی ہمت شجاعت استقلال کی داد دی اس کے بعد سید احتشام حسین صاحب ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے ایسی شگفتہ تقریر فرمائی کہ تمام مجمع باغ باغ ہوگیا۔ آپنے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام نے جو درس اپنے نانا سے لڑکپن میں لیا تھا اس کو کربلا میں دہرا دیا ایک مرتبہ نانا کے زمانے میں بھی اسلام پر ایسا ہی وقت آگیا تھا مباہلہ کے واقعہ کی طرف ارشاد فرمایا اسوقت جو نانا نے کیا وہی سبق نواسہ نے کربلا میں دہرایا جبکہ اسلام پر مصیبت کا وقت آیا۔

پروفیسر صاحب موصوف کے بعد جناب مولانا مولوی صبغۃ اللہ صاحب قبلہ شہید انصاری فرنگی محل لکھنؤی نے جو اہل آگرہ کی خوش قسمتی سے تشریف لے آئے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ایسی پُر مغز اور یادگار تقریر فرمائی کہ سارا مجمع عالم وجد میں جھومنے لگا۔ جناب ممدوح نے دوران تقریر میں بنی امیہ اور انکی سازشوں کے مفصل حالات بیان کئے اور واقعات کربلا اور سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کے متعلق وعظ فرمایا اس کے بعد جناب ... صاحب اور جناب سیماب صاحب اکبرآبادی نے اپنی اپنی بلند پایہ نظمیں پڑھیں اور جلسہ ختم ہوا۔

اجلاس سوم۔ ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء بوقت ۷ بجے شب مجمع تقریباً ۵۰۰۰ بصدارت جناب سید علی جان صاحب متولی وقف حاجی سید نیاز علی صاحب اول جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر لکھنؤ پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی وسکریٹری آل انڈیا یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ لکھنؤ نے ایک گھنٹہ تک شہادت امام حسین علیہ السلام اسکے اسباب اور سیزدہ صد سالہ یادگار کے متعلق ایک نہایت عالمانہ اور پُر از معلومات تقریر ارشاد فرمائی جناب ممدوح کے بعد جناب سید تصویر حسین صاحب ایم۔ اے اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ نے ایسی عمدہ تقریر فرمائی جو حضرات سامعین نے بہت پسند کی۔

اجلاس چہارم ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء بوقت صبح مجمع تقریباً ۷۰۰۰ تلاوت کلام مجید کے بعد جناب سید ارشاد حسین صاحب نے تقریر فرمائی مولوی صاحب نے نفس مضمون پر کچھ نہ فرمایا کچھ اپنی ذاتی شکایات ہی بیان کیا کئے اس کے بعد سید نقی حسین صاحب بخاری ایم۔ اے پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے تقریباً نصف گھنٹہ تک ایک نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی جو حاضرین جلسہ نے بہت پسند کی آپ نے واقعات کربلا کو از ابتدا تا انتہا نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان فرمایا جنکو سن کر سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔ اسکے بعد جناب سید علی متقی صاحب بی۔ اے ایل ایل بی سشن جج کنہڈہ سی۔ پی۔ ایس کے بعد جناب مولانا حافظ محمد ہاشم صاحب فرنگی محل لکھنؤ نے تقریر فرمائی آپنے ابتداء سورہ انا اعطینک کی تفسیر کی اور فرمایا کہ مفسرین کے نزدیک کوثر سے مراد جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا دختر رسول ہیں پھر حضرت امام حسینؑ کے فضائل اور مناقب بیان فرمائے اور فرمایا کہ چونکہ جناب امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ صلعم سے قریبی نسبت ہے لہذا ہم انکی تعظیم وتکریم پر مجبور ہیں مثال کے طور پر فرمایا کہ ہم خانہ کعبہ کی عظمت محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ خداوند عالم کی ذات اقدس سے منسوب ہے ورنہ بہت اس سے بدرجہا عالیشان مکان اینٹ اور گارے کے بنے ہوئے موجود ہیں جنکی ہماری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ آپنے تقریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی اس کے بعد جناب صبا صاحب جناب مقدس صاحب اور جناب مکیش صاحب اکبرآبادی نے اپنی اپنی قابل قدر نظمیں پڑھیں اور جلسہ ختم ہوا۔

اجلاس پنجم ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء بوقت شام مجمع تقریباً ۔۔۔ چونکہ اس روز آگرہ میں A-R-P کا مظاہرہ تھا تمام شہر کے راستے ۲ بجے سے بند تھے لہذا ۸ بجے سے اجلاس شروع ہوا۔ اس جلسہ میں عالی جناب مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ العالی تشریف فرما ہوئے اور جلسہ کی صدارت جناب حاجی سید ناصر علی صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ انہر نے فرمائی بعد تلاوت قرآن مجید پنڈت ارجنا تھ صاحب کنزرو رئیس اعظم آگرہ نے ایک ایسی پرجوش اور پرخلوص تقریر فرمائی جس کو سنکر ہر شخص محو حیرت ہوگیا آپ نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنے نانا کا مذہب بچانے کے لئے یہی کرنا چاہئے تھا امام حسین جنگ کے لئے نہیں گئے تھے امام حسین نے صبر و استقلال ہمت وشجاعت اور یزید کے افعال کردار کے متعلق وضاحت سے تقریر فرمائی۔ آپکی تقریر کے بعد جناب سید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ کامونپوری پی ایچ۔ ڈی جامعہ ازہر (مصر) نے تقریر فرمائی جناب ممدوح نے اپنی عالمانہ اور محققانہ تقریر میں بنی امیہ کے عہد حکومت کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ انکے عہد میں کسی کی عزت و آبرو بھی محفوظ نہ تھی پھر یزید کے حالات وواقعات بیان فرماتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی ہمت واستقلال کے متعلق فرمایا۔ اس تقریر کے بعد عالی جناب مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے جناب پنڈت ارجناتھ کنزرو مذکور الصدر کی تقریر پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں پنڈت جی کی تقریر سنکر بیحد محظوظ ہوا۔ آپ کو اسلامی تاریخ پر عبور ہے اور اہل ہنود اور مسلمانوں میں

باہمی اتحاد کیلئے ایسے ہی حضرات کی ضرورت ہے چونکہ وقت نماز مغرب قریب تھا لہذا جلسہ بغرض نماز مغرب ملتوی ہوا۔ بعد آدھ گھنٹہ کے جلسہ بصدارت جناب ڈاکٹر علی اختر صاحب انصاری ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی (برلن) شروع ہوا جناب یونس صاحب۔ جناب صبا صاحب جناب رعنا صاحب جناب ولی صاحب نے اپنی اپنی معیاری نظمیں پڑھیں اور اس کے بعد جناب نجم صاحب آفندی نے وہ خاص نظم سنائی جو آپنے واقعہ کربلا پر بھاشا زبان میں فرمائی ہے حضرات اہل ہنود کو یہ نظم بیحد پسند آئی اور انکی بالاتفاق یہ فرمائش ہوئی کہ نظم مذکور کو ہندی زبان میں طبع کرا کے شائع کیا جائے۔

جلسہ ہائے یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ بعد شکریہ جملہ حاضرین و عظیمین کارکنان و جناب کلکٹر صاحب بہادر آگرہ کہ ممدوح نے ۱۴ر فروری ۱۹۴۲ء کو اہلکاران عدالت کو بغرض شرکت جلسہ نصف یوم کی تعطیل منظور فرمائی اور افسر صاحب چھنگی آگرہ کہ موصوف نے بغرض انعقاد جلسہ بیکر باغ کے استعمال کی اجازت فرمائی اور جملہ اسلامیہ مدارس میونسپل بورڈ آگرہ میں تعطیل کی منظوری عطا فرمائی۔ جناب مینجر صاحب شعیب محمد یہ ہائی اسکول آگرہ موصوف نے بغرض جلسہ کرسیاں عنایت کیں اور ۱۴ر فروری ۴۲ء کو بغرض شرکت جلسہ جملہ طلباء و اساتذہ کو پورے دن کی چھٹی عطا فرمائی نیز جناب حافظ عبدالحمید صاحب سکریٹری مسلم لیگ و الیڈران مسلم لیگ آگرہ و افسران مسلم لیگ آگرہ و انجمن پنجتنی شاہ گنج آگرہ و انجمن سجادیہ ٹیلہ منالال آگرہ کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے ہر سہ روز نہایت محنت اور مستعدی سے کام کیا مولوی انتظام اللہ صاحب شہابی و مولوی انوار الحسن خاں صاحب لودھی بی۔اے ایل ایل بی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جلسوں کے کاموں میں بہت مدد دی سید حامد علی صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے انکوائری آفس کا کام نہایت خوبی سے انجام دیا اور تمام شرکاء جلسہ کی بائیسکلوں کا بہت معقول انتظام کیا آخر میں جناب سید محمد عابد رضا صاحب خلف حاجی میر موسی رضا صاحب مرحوم و مغفور سید آل مصطفے صاحب نائب صدر کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا گیا کہ موصوف نے پنڈال کی تیاری اور آرائش میں کافی دلچسپی اور جانفشانی سے بامداد جناب منشی سید سجاد حسین صاحب ٹھیکیدار کام کیا جس کی وجہ سے جلسوں کی رونق میں چار چاند لگ گئے۔ نیز جناب سید امیر حیدر صاحب بخت گورنمنٹ رپورٹر کا شکریہ ادا کیا گیا کہ موصوف نے کانپور سے تشریف لاکر تینوں دن کارروائی جلسہ کو مختصر نویسی کے ذریعہ قلم بند فرمایا۔ جناب ڈاکٹر مہدی حسن صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی لٹ (لنڈن) کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے جلسہ کے متعلق تحریری کام و نیز مشورہ میں ہر طرح امداد دی۔ جناب سید زوار حسین صاحب کورٹ انسپکٹر منشنر کا شکریہ خاص طور پر ادا کیا کہ چندہ کی وصولی میں خاص دلچسپی سے کام کیا۔

آل انڈیا ماتم۔ ۱۵ر فروری ۱۹۴۲ء وقت ۱۰ بجے دن۔ مجمع تقریباً ۵۰۰۰۔

آج کے دن آل انڈیا ماتم تھا۔ مجمع ۹ بجے سے ہی شروع ہو گیا۔ ٹھیک ۹ بجے سلاموں کا سلسلہ شروع کرا دیا گیا۔ ۱۰ بجے جناب مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ مدظلہ العالی صدر اور جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ تشریف لائے اول ایک ریزولیوشن دہلی ریڈیو اسٹیشن کے خلاف جناب ڈاکٹر مہدی حسن صاحب ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی۔ لٹ (لنڈن) نے پیش کیا جس کی تائید جناب خانصاحب حاجی انعام علی صاحب عباسی انجینئر منشنر و مولوی انوار الحسن خانصاحب لودھی بی۔ اے ایل ایل بی وکیل آگرہ و چوبے پیارے لال جی نے فرمائی ریزولیوشن مذکور اس امر کی نسبت تھا کہ امسال عشرہ محرم میں ریڈیو سٹیشن دہلی نے کوئی مجلس کا پروگرام نہیں رکھا۔ بلکہ برخلاف اس کے دو مضحکہ انگیز اخلاق سوز مضامین " میاں حسن بکتا ہے " اور " گلبازخان "

۹ اور ۱۰ محرم کو نشر کئے گئے جس سے عزا امام حسین علیہ السلام کی توہین ہوئی اور نو کروڑ مسلمانوں اور امام حسین علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والے ہندؤں کے دلوں کو صدمہ پہنچایا۔ نیز یہ طے پایا کہ ریزولیوشن مذکور کی نقل بخدمت حضور وائسرائے بہادر مرسل ہو کر کارکنان دہلی ریڈیو اسٹیشن سے جواب طلب کرنے کی استدعا کی جاوے بعد اس کے ایک فوٹو جناب خواجہ صاحب قبلہ۔ جناب نقن صاحب قبلہ۔ جناب پنڈت راجناتھ صاحب و دیگر حضرات کا لیا گیا۔ بعد فوٹو جناب خواجہ صاحب قبلہ نے اپنی صدارتی تقریر ۱۱ بجے شروع فرمائی۔ سبحان اللہ اس نورانی تقریر کا کیا کہنا۔ آسمانوں پر فرشتے بھی صدائے تحسین بلند کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب قبلہ صرف مصور فطرت ہی نہیں بلکہ اپنی تقریر میں سحر آفرینی بھی فرماتے ہیں۔ تمام مجمع کو جو کسی طرح ... سے کم نہ تھا اس عالم محویت میں بالکل خاموش بیٹھا تھا کسی قسم کا مطلق شور و غل نہ تھا۔ اس امر کی تعریف خود خواجہ صاحب قبلہ نے فرمائی کہ میں بہت سے جلسوں اور مجمعوں میں شریک ہوا ہوں لیکن ایسا خاموش اور پر سکون جلسہ میں نے نہیں دیکھا جناب ممدوح نے خاص طور پر جناب مولائے کونین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا جنگ احد و خیبر میں انتخاب اور غدیر خم کے موقع پر مولایت کے اعلان کا ذکر فرماتے ہوئے یزید کے انتخاب خلافت پر روشنی ڈالی اور یزید کے کردار پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ کس طرح بہ جبر اسکی خلافت منوائی گئی۔ جناب ممدوح نے ایک گھنٹہ سے زائد تقریر فرمائی کیونکہ ½ ۱ بجے کی گاڑی سے آپ واپس تشریف لے جانے والے تھے لہذا بعد تقریر آپ تشریف لیگئے۔ اس کے بعد جناب مولانا نقن صاحب قبلہ نے تقریباً ایک گھنٹہ شہادت امام حسین علیہ السلام پر تقریر فرمائی جو باعتبار اپنی تحقیق اور ندرت کے لاثانی تھی۔

جلسہ بغرض نماز ظہر ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ٹھیک دو بجے بصدارت جناب سید محمد رضی صاحب عالی بی۔ اے علیگ شروع ہوا۔ اور دو بجے سے رات کے ½ ۹ بجے تک سلاموں کا سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ۱۲۵ سلام پڑھے گئے۔ بیرونجات سے جناب نجم آفندی و جناب نسیم امروہوی و جناب ڈاکٹر محمد جی لاہوری و جناب قنبر بریلوی جناب شہید شکوہ آبادی۔ جناب ارشاد بصرت پوری اور جناب تمنا ردیپامتی جناب متقی صاحب ۔۔۔۔۔۔ تشریف لائے تھے اور مقامی حضرات میں جناب ولی صاحب اور جناب شوخ صاحب قابل ذکر ہیں سلسلہ میں جناب حاجی علی محمد خانصاحب سندا و جناب سید ابو حامد صاحب مضطر اکبر آبادی اور حضرت علی حسین صاحب عندلیب اکبر آبادی اور جناب محمد سلیمان صاحب شائق اکبر آبادی نے ترتیب شعراء اور ان کے پڑھنے کا انتظام رکھا جو ہر طرح قابل شکریہ ہیں۔ الحمد للہ کہ تینوں دن کے جلسے بخیر و خوبی انجام پاگئے جناب مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ نے اپنے اخبار منادی مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۴۲ء میں یوں تحریر فرمایا ہے " ۴ بجے اس مقام پر گیا جہاں دو روز سے یوم حسین کی مجلسیں ہو رہی تھیں نہایت شاندار پنڈال بنایا گیا ہے۔ غلام علی احسن اس جلسہ کے روح رواں ہیں۔ جلسہ کی کامیابی کے متعلق فرماتے ہیں " غلام علی احسن آپ کا یوم حسین کا جلسہ بہت کامیاب رہا آپ کی عملی لیاقت کو مانتا ہوں! ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ بدوران جلسہ تقریباً ساڑھ ہزار رسالے اردو۔ ہندی۔ انگریزی میں واقعہ کربلا اور اس کے اسباب پر تقسیم ہوئے اس ضمن میں جناب شیخ مسعود حسین صاحب پروپرائٹر نوولٹی پروڈکٹ آگرہ قابل شکریہ ہیں انہوں نے دو ہزار انگریزی رسالے مفت تقسیم کئے اور ایک ہزار بیج (نشان)۔ ۱۳۰۰ سالہ یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ اصل قیمت پر دئے اور منافع جسکا ماحصل ہے یادگار حسینی کو علاوہ اپنے چندے کے مرحمت فرمایا۔

اس جلسہ میں حضور ہز ہائی نس نواب صاحب رامپور۔ جناب خان بہادر نواب مخدوم مرید حسین صاحب قریشی آنریری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) سجادہ نشین حضرت غوث بہاء الحق الدین ذکریہ ملتان جناب نواب محمد بہادر یار جنگ حیدر آباد دکن۔ دی انریبل سر مورس گوئیر چیف جسٹس فیڈرل کورٹ دہلی نے پیغامات روانہ فرمائے تھے۔

نوٹ :- واضح ہو کہ جلسہ ہائے مذکور کی مفصل رپورٹ مع تقاریر ایک جداگانہ کتاب کی شکل میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہو گی علی ہذا سالم کا ایک مجموعہ گلدستہ بھی شائع کیا جائے گا

بسونہ ضلع الہ آباد میں

حسینی یادگار کا سب سے پہلا جلسہ

محرم ۱۳۶۱ھ کا ہلال نمودار ہوتے ہی دفتر انجمن سرکار حسینی بسونہ کی وسیع اور کشادہ چھت پر جھنڈا نصب کیا گیا۔ جس کے سیاہ پرچم پر لکھا تھا۔ یا حسین کنت اشجع الناس۔ مولا! آپ نے شجاعت کو چار چاند لگا دیا۔ اسی کے بالمقابل شب کو عشرہ بھر گیس روشن ہوتی رہی تاکہ دیگر اقوام کو حسینی یادگار کا علم ہو جاتے اور یہ معلوم ہو جائے کہ کربلا کے ریگستان میں بنی امیہ نے خاندان رسالت کا چراغ گل کر دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، مگر آج دنیا اسی کے نام پر گیس روشن کرتی ہے۔ ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دفتر کی عمارت میں دس محرم تک روزانہ شب در وز دستہ انجمن سرکار حسینی نوحہ ماتم کرتا رہا جس میں ہر مذہب و ملت کے افراد شرکت کرتے تھے۔

۸ محرم ۱۳۶۱ھ کو علی الصباح بعد نماز فجر ایک جلسہ زیر صدارت سید ذاکر حسین صاحب رئیس بسونہ منعقد ہوا جس میں مولوی سید شفیق الحسن صاحب اور قاضی سید التفات حسین صاحب عرف ننھے میاں نے بذریعہ لاؤڈ سپیکر تلاوت کلام مجید کی سید ناصر حسین صاحب سوز خواں اور صاحب بیاض دستہ سرکار حسینی نے اپنے دستہ کے ساتھ نوحے سنائے جو بین الاقوامی حیثیت سے پسند کئے گئے۔

بعد ازاں ہماری انجمن کے درخشاں ستارے اور فخر خاندان سید مقبول الحسن صاحب نے زیر عنوان "کربلا میں اچھوتوں کی قربانی" ایک تقریر کی۔ موصوف نے بتایا کہ کربلا میں تقریباً ۱۲ اچھوتوں نے حسینؑ کے قدموں پہ جان قربان کی۔ بنا بریں ہم کو چاہیئے کہ اچھوتوں کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھیں وہ ہمارے محسن ہیں، اور ہمارے امام و پیشوا کی ضرورت پڑنے پہ امداد کی۔

آپ کے بعد مسٹر سید سلامت حسین صاحب متعلم بی۔ اے فائنل الہ آباد یونیورسٹی نے اسی موضوع کو وضاحت اور صراحت کیساتھ بیان کیا اور کہا کہ امام نے در جوان، غلام ابوذر غفاری منجح بن سہم اور شوذب بن عبداللہ کے سر زانوئے مبارک پر رکھ کر اچھوتوں کا سر اونچا کر دیا۔ آج اچھوت امام کی اس عزت افزائی اور کرم فرمائی پر جس قدر فخر و مباہات کریں کم ہے موصوف نے سنسکرت کی کتابوں سے ثابت کیا کہ میدان کربلا میں ریاست پٹیالہ کے دو ہندوستانی بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے چنانچہ آج تک ان کی اولاد "حسینی ہندو" کہی جاتی ہے۔

پہلی نشست ۱۱ بجے دن کو بخیر و خوبی ختم ہوئی سہ پہر کے وقت سید خورشید حسین صاحب کاظمی الہ آبادی نے پنڈال اور ارکان انجمن کا فوٹو لیا۔ موصوف انجمن کو بلا معاوضہ اپنی خدمات پیش کرنے کی بنا پر ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں

دوسری نشست ۹ بجے شب کو صدر مذکور کی زیر صدارت انعقاد پذیر ہوئی جلسہ کی ابتدا سید جعفر حسین صاحب و سید محمد سلیمان صاحب (حنفی) کی تلاوت کلام مجید سے ہوئی بعد ازاں رضی الدین حیدر صاحب ایم۔ اے نے سادات حسینی پر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ امام حسین نے اپنے اعزہ و اقربا کی طرح انصار کی لاشیں بھی میدان سے اٹھائیں اور اپنے پرائے کا فرق و امتیاز مطلقاً روا نہ رکھا دنیا سادات کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ کے بعد سوامی کلجگانند کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ امام حسین نے اچھوت اور سچھوت کا جھگڑا مٹا دیا، اور کربلا میں اچھوتوں کی قربانی قبول کر کے قیامت تک کے لئے ہم کو سرخرو کر دیا۔ محرم میں چراغاں اور باجے کا مقصد یہ ہے کہ ہم حسین کا نام روشنی کر کے ڈھول پیٹ کے لیتے آج یزیدی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کس طرح روشنی میں ڈھول پیٹ پیٹ کر حسینی یادگار منائی جاتی ہے۔

سوامی جی کی تقریر پر اچھوت جھوم رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حسین کی جے، کے نعرے لگاتے تھے۔

آپ کے بعد امداد باقر صاحب بی۔ اے نے "حسین اور اشتراکیت" پر تقریر کی۔ مقرر نے کہا کہ امام حسین نے کربلا میں سرمایہ داری کا سر کچل دیا، اور ایک منٹ کیلئے بھی سرمایہ دار یزید کی اطاعت قبول نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غریبی کے مقابلہ میں سرمایہ داری کو شکست فاش ہوئی، اور آج کوئی دنیا میں یزید کا نام لیوا نہیں۔

مرزا حفاظت حسین صاحب ایم۔ اے اور سید مظاہر حسین صاحب بی۔ اے نے بھی تقاریر کیں۔

بعد ختم تقاریر جلوس برآمد ہوا۔ جس میں دستہ سرکار حسینی بسونہ، علی عزل الہ آباد، دستہ رضویہ اسراویکلاں

اور دستہ پسید پور نے نوحہ و ماتم کیا سید صابر حسین صاحب زمیندار کلاں بسونہ سر و پا برہنہ جلوس کے آگے آگے بڑا نشان لئے ہوئے تھے جلوس نے سارے گاؤں کا گشت کیا اور صبح کو اپنے مقام پہ واپس ہوا۔ سردی زیادہ تھی اس لئے راستے میں تین مقامات پر چائے کی سبیلوں کا انتظام تھا تقسیم تبرک میں سادات کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا۔ چمار، پاسی، شیخ، سید، مغل، پٹھان امیر غریب کو برابر تبرک دیا گیا۔

آخر میں جملہ مقررین، حاضرین، حاضرات، اور نوحہ خوانوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں خصوصاً دستہ ملی غول کا کہ اس تیز دخنک ہوا اور کڑاکے کی سردی میں چھ میل کی مسافت طے کر کے جلسہ میں شرکت کی اور شب بھر جلوس کے ساتھ گشت کرتے رہے۔ میں ان خواتین و مستورات کے احسانات کو تاعمر فراموش نہیں کر سکتا جنہوں نے انجمن کی مالی امداد کی اور ڈولیوں یکوں اور گاریوں کے ذریعہ زحمت سفر برداشت کر کے جلسہ میں شرکت کی۔

میں اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا اگر سید مجتبیٰ حسین صاحب تعلقہ دار اسراولیکلاں کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے انجمن کی مالی اور عملی خدمت کی، اور ضروری سامان فراہم کر کے انجمن کو مشکلات سے نجات دی۔ سید عزادار حسین صاحب تعلقہ دار اسراولیکلاں اور سید مقبول عالم صاحب رئیس بسونہ بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں حسینی یادگار کے سلسلہ میں اراکین انجمن کے مشورہ سے دار المطالعہ سرکار حسینی کا قیام عمل میں آ چکا ہے جس میں تقریباً سو کتابیں مہیا کر لی گئی ہیں اور اخبار سرفراز و عصمت کا اجراء کرا دیا گیا ہے اسی یادگار کے سلسلہ میں آئندہ جولائی سے انجمن کی طرف سے غریب اور نادار طالبعلموں کو وظائف دیئے جائیں گے۔

امام باڑہ جدید کی مالی اور انتظامی حالت انتہائی خراب ہے۔ چنانچہ اراکین انجمن اپنے زیر نگرانی کرنے کے خواہشمند ہیں۔ اور حسینی فنڈ سے اخراجات شکست و ریخت اور مصارف محرم برداشت کرنے کو آمادہ ہیں۔ کارکنان امام باڑہ جدید سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے، خدا کرے یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی طے ہو جائے اور کارکنان امام باڑہ جدید اپنی فراخدلی، روشن خیالی، بیدار مغزی اور شوق عزاداری کا ثبوت دیتے ہوئے انجمن کی حقیر اور کمزور آواز پر لبیک کہیں اور ہماری سچی اور پر خلوص پیشکش کو قبول فرمائیں۔

سید حبیب الحق بسونوی (حنفی)
ناظم اعلیٰ انجمن سرکار حسینی بسونہ

کائنات غم
حسینی شاعر "حضرت فضل لکھنوی ایڈیٹر اخبار "نظارہ" لکھنؤ کے اصلاحی، تبلیغی اور
درد و غم میں ڈوبے ہوئے نوحوں کا بے نظیر مجموعہ
شہید کربلا کی روحانیات کا مرقع، حسینؑ کی عظمت و وقار کا آئینہ، فلک اسلام کے بہتر ستاروں کی جگمگاتی
ہوئی شعاعوں کی جھلک موجودہ طرز میں ملاحظہ فرمانا ہو تو
کائنات غم
منگائیے
حضرت فضل مدیر نظارہ کی نظم و نثر کو آپ روزانہ مذہبی اخبارات میں پڑھا کرتے ہیں اور ملاحظہ تو فرمائیے کہ موصوف نے نوحوں میں اپنے مشورہ داعی ایجادات سے کیا فوائد حاصل کیے ہیں، اس بیاض میں حضرت فضل کے بعض وہ نوحے بھی شامل ہیں جو لکھنؤ کی مشہور انجمنیں عاشورہ جلوس میں پڑھتی ہیں اور ان کی نقلیں باوجود جستجو کے حاصل نہیں ہو سکیں
صفحات ایک سو سے زائد قیمت صرف آٹھ آنہ (۸) علاوہ محصول ڈاک
یکم صفر ۱۳۶۰ ہجری کو یہ بیاض انشاءاللہ شائع ہو جائیگی
ملنے کا پتہ مینیجر نظامی پریس بک ۔۔۔ لکھنؤ